ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
14
17 تا 23 جمادی الثانی 1436ھ / 7 تا 13 اپریل 2015ء

اس شمارے میں

العُروَۃُ الوُثقٰی

اسلام کا عائلی نظام اور طلاق کے اصول وضوابط

تری بربادیوں کے مشورے!

دعوتِ دین

ممتاز قادری کو سزائے موت......

مسجد اقصیٰ کی زیارت کا سفر (2)

اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ

اگر خدا تعالیٰ کا وعدہ یہی تھا کہ میں زبان سے مسلمان کہلانے والوں کو عزت دوں گا تو ہمیں مسلمانوں کی ذلت پر یقیناً تعجب ہونا چاہیے، لیکن حقیقت حال یہ نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ نہ خدا نے یہ وعدہ کیا' نہ خدا اپنے وعدہ سے پھرا' نہ قرآن کریم کے احکام بدلے بلکہ مسلمان خود بدل گئے اور اسی لئے ناکام ہیں۔ خدا نے تو پہلے ہی دن مسلمانوں کو یہ تنبیہ فرمائی تھی: ''خدا نے آج تک تو اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا''۔ (سورہ رعد: 110)

اب اگر اس صاف اعلان کے باوجود خدا مسلمانوں کو ذلیل نہ کرتا تو یہ موجب تعجب تھا اور خدا کے عدل وانصاف کے بھی خلاف تھا۔ میں پوچھتا ہوں' کیا یہ اچھی بات ہوگی کہ خدا نااہل کو عزت دے۔ ہل چلائے اور بیج بوئے بغیر فصلیں پکا دے؟ اور کوشش کئے بغیر کامیابی عطا فرمائے اور اعمال کے بغیر امداد دے؟ اگر ایسا ہوتا تو تمام لوگ سستی اور کاہلی پر فدا ہو جاتے' اپنے اپنے کاموں کو چھوڑ دیتے اور بستروں پر ڈٹ کر لیٹ جاتے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ قانون قدرت کے جس پر خدا نے تمام کائنات کو قائم کیا ہے' خلاف ہوتا اور اس کے بعد حق وباطل اور نفع اور نقصان میں کوئی فرق باقی نہ رہتا' مگر یاد رکھئے کہ خدا اس قسم کے ظلم سے پاک ہے۔

اگر خدا کسی انسان کو بغیر کوشش اور محنت کے امداد دیتا تو اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو لڑائیاں کئے بغیر فتح مند کر دیتا اور ظاہری ساز وسامان کے بغیر دشمنوں پر کامیابی عطا فرماتا' مگر تم جانتے ہو کہ ایسا نہیں ہوا۔ خدا نے انہیں بھی پوری طرح آزمایا اور پھر کامیابی عطا فرمائی تھی' لیکن اس کے خلاف تم ذرا اپنی حالت کو بھی دیکھو' تمہارے پاس خدا کی نعمت کے سو حصے موجود ہوتے ہیں' مگر تم سو میں سے ایک یا دو حصے بھی خدا کی راہ میں نہیں دیتے اور خواہش یہ رکھتے ہو کہ خدا تمہیں بھی وہی عزت اور وہی نصرت عطا کرے جو تمہارے ان باپ داداؤں کو حاصل ہوئی تھی۔ جو سو کے سو' یا کم از کم ستر' خدا کی راہ میں قربان کر دیتے تھے۔ یاد رکھو! ایسا کبھی نہیں ہو سکتا' خدا کبھی ایسا نہیں کرتا۔ یہ اس کے عہد کے خلاف' عقل اور منطق کے خلاف ہے۔ خدا نے مومنوں کے ساتھ کبھی یہ شرط نہیں کی تھی' خدا نے مسلمانوں کے ساتھ کبھی یہ سودا نہیں کیا تھا' خدا کا وعدہ جو کچھ بھی ہے' صرف یہ ہے کہ: ''اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور مال جنّت کے بدلے خرید لئے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے' مارتے اور مرتے ہیں۔ اُن سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمے ایک سچا وعدہ ہے جو تورات' انجیل اور قرآن میں ہے' اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو؟''

علامہ شکیب ارسلان

الھدیٰ (654)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

رسول اللہ ﷺ کا سفرِ معراج

سُورۃ بَنِی اِسْرَاءِیل | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | آیت :01

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا
حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ①

آیت ۱ ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا﴾ ’’پاک ہے وہ ذات جو لے گئی راتوں رات اپنے بندے (ﷺ) کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ (دُور کی مسجد) تک‘‘

یہ رسول اللہ ﷺ کے سفرمعراج کے پہلے مرحلے کی طرف اشارہ ہے جو مسجد حرام (مکہ مکرمہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک کے زمینی سفر پر مشتمل تھا۔ ’’سُبْحٰن‘‘ تنزیہہ کا کلمہ ہے‘ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہر نقص وعیب سے پاک ومنزہ ہے۔ اس کلمہ سے بات کا آغاز کرنا خود دلالت کرتا ہے کہ یہ کوئی بہت بڑا خارقِ عادت واقعہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی غیر محدود قدرت سے رونما ہوا۔ یہ محض ایک روحانی تجربہ نہ تھا‘ بلکہ ایک جسمانی سفر اور عینی مشاہدہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو کرایا۔

﴿الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ﴾ ’’جس کے ماحول کو ہم نے بابرکت بنایا‘‘

اس علاقے کی برکت دنیوی اعتبار سے بھی ہے اور روحانی اعتبار سے بھی۔ دنیوی اعتبار سے یہ علاقہ بہت زرخیز ہے اور یہاں کی آب وہوا خصوصی طور پر بہت اچھی ہے۔ روحانی اعتبار سے دیکھیں تو یہ علاقہ بہت سے جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کا مسکن رہا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سمیت بہت سے انبیاء یہاں مدفون ہیں۔ ہیکل سلیمانی بنی اسرائیل کی مرکزی عبادت گاہ تھی۔ اس لحاظ سے نہ معلوم اللہ کے کیسے کیسے نیک بندے کس کس انداز میں یہاں عبادت کرتے رہے ہوں گے۔ اس کے علاوہ بیت المقدس کو بنی اسرائیل کے قبلہ کی حیثیت بھی حاصل تھی۔ چنانچہ مادی وروحانی دونوں اعتبار سے اس علاقے کو اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ برکتوں سے نوازا ہے۔

سفرمعراج کے پہلے مرحلے میں رسول اللہ ﷺ کو مکہ مکرمہ سے یروشلم لے جایا گیا‘ وہاں بیت المقدس میں تمام انبیاء کی ارواح کو جمع کیا گیا‘ انہیں جسد عطا کیے گئے (ہمارے حواس اس کیفیت کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں) اور وہاں حضور ﷺ نے تمام انبیاء کی امامت فرمائی۔ حضور ﷺ کے سفرمعراج کے اس حصے کا ذکر جس انداز میں یہاں ہوا ہے اس کی ایک خصوصی اہمیت ہے۔ یہ گویا اعلان ہے کہ نبی آخرالزماں ﷺ اور آپؐ کی امت کو توحید کے ان دونوں مراکز (بیت اللہ اور بیت المقدس) کا متولی بنایا جا رہا ہے۔ اسی حوالے سے آپ ﷺ کو پہلے بیت المقدس لے جایا گیا اور پھر وہاں سے آپ ﷺ کے آسمانی سفر کا مرحلہ شروع ہوا۔ سفرمعراج کے اس دوسرے مرحلے کا ذکر بہت اختصار کے ساتھ سورۃ النجم میں کیا گیا ہے۔

﴿لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ①﴾ ’’تاکہ ہم دکھائیں اُس (بندے محمد ﷺ) کو اپنی نشانیاں۔ یقیناً وہی ہے سب کچھ سننے والا‘ دیکھنے والا۔‘‘

فرمان نبویؐ

دورُخے کی زبان

عَنْ عَمَّارٍ رَضِیَ اللّٰہُ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : ((مَنْ كَانَ ذَا وَجْهَیْنِ فِی الدُّنْیَا كَانَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لِسَانَانِ مِّنْ نَّارٍ))

(مشکوٰۃ)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص دنیا میں دورُخا ہوگا اس کے لئے قیامت کے دن آگ کی زبان ہوگی۔‘‘

رسول اللہ ﷺ نے جابجا تاکید فرمائی ہے کہ مسلمان کو اپنے اخلاق درست رکھنے کی کوشش میں لگے رہنا چاہئے۔ فقط اس سے کام نہیں چلے گا کہ منہ سے کلمہ پڑھ لیا‘ وقت پر مارے باندھے شرما حضوری نماز روزہ میں شریک ہوگئے اور اس کے بعد جو چاہا کیا۔

اس حدیث میں حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ جس آدمی کا دنیا میں ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہوگا‘ یعنی جو دو چہرے والا ہوگا‘ جس کا ظاہری برتاؤ دیکھ کر ملنے والا اس کا گرویدہ ہوجائے گا لیکن اس کے پیٹھ پیچھے کا برتاؤ کٹر دشمن کا سا ہوگا‘ تو قیامت میں اس کی زبان آگ کا ایک شعلہ ہو جائے گی جو اس کا چہرہ‘ منہ سب کچھ جلا کر خاک سیاہ کر ڈالے گی۔ اور پھر ہمیشہ اسی طرح جلاتی رہے گی۔ دنیا میں سارا فساد ایسے ہی جعلساز‘ دوغلے لوگوں کا پھیلایا ہوا ہے اور اب بھی وہی پھیلا رہے ہیں۔

ادا ریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

العُروَۃُ الوُثقیٰ

یمن مختلف قبائل کا مسکن ہے اور قبائلیوں کا باہم لڑائی جھگڑا تاریخ کا حصہ ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جنگ و جدل اُن کی سرشت میں ہے۔ موجودہ جنگ قبائلی لڑائی ہونے کے ساتھ علاقائی اور اندرونِ ملک موجود قوتوں کی حصول اقتدار کی جنگ ہے۔ اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس پر کچھ نہ کچھ فرقہ واریت کا رنگ بھی چڑھ گیا ہے۔ مختصراً یہ کہ یہ خالصتاً اندرون یمن مختلف قوتوں کی حصول اقتدار کے لیے جنگ ہے، جس کے لیے علاقے، قبیلے اور فرقہ کی بنیاد پر حمایت حاصل کی جا رہی ہے۔ پہلے یہ کہہ کر رائی کا پہاڑ بنایا گیا کہ یمن میں سعودی عرب اور ایران میں پراکسی جنگ ہو رہی ہے۔ اگر ایسا ہے بھی تو کیا یہ دنیا میں پیش آنے والا کوئی منفرد واقعہ ہے؟ کیا بھارت نے سری لنکا میں دہشت گردی کی آگ نہیں بھڑکائی تھی، جسے سری لنکا ایک طویل مدت تک سرد کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر پاکستان سری لنکا کی مدد کو آگے بڑھا اور بالآخر پاکستان کی مدد سے یہ آگ سرد ہو گئی۔ کیا پاکستان اور بھارت نیپال میں زور آزمائی نہیں کرتے رہتے، جہاں اکثر بھارت کا پلہ بھاری رہتا ہے۔ ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ کسی ملک کے اندر اقتدار حاصل کرنے کے لیے تحریک چلانا اور ہتھیار اٹھا لینا بھی کوئی انوکھی، نرالی یا انہونی بات نہیں۔ اور ہمسایوں کا اعلانیہ یا خفیہ طور پر کسی ایک یا دوسرے فریق کا ساتھ دینا بھی ہم دیکھتے آ رہے ہیں، لیکن یمن میں مختلف اندرونی قوتوں کا حصول اقتدار کے لیے جھگڑا اور ہمسایہ ممالک کا بعض دھڑوں کی پشت پناہی کو خالصتاً شیعہ سنی جنگ بنانا، اسے خطے کی جنگ بنانا، اسے عرب و عجم کی جنگ قرار دے دینا، یہ عالمی سطح کے ماہر سیاسی و عسکری شعبدہ بازوں کی مہارت اور فن کاری ہے۔ یہ یہودیوں کی ملکیت میں رواں دواں عالمی میڈیا کا کمال ہے۔ یہ عالمی سطح پر کام کرنے والی اُس لابی کا کرشمہ ہے جو گلوبل سطح پر ایک حکومت قائم کرنے کا یک نکاتی ایجنڈا رکھتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہودیوں نے امریکی جن کو نکیل ڈالی ہوئی ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ الٰہ دین کا چراغ اس وقت یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔ اِسے رگڑتے ہیں اور امریکی جن کو احکامات دیتے ہیں۔ ماضی بعید کی بات چھوڑتے ہیں۔ پون صدی پہلے سپر پاور بننے کے بعد امریکہ نے اس دنیا کے امن و امان کو کس طرح تباہ و برباد کیا، یمن کی جنگ کو اس تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ امریکہ اور امریکہ کے کندھوں پر سوار یہودیوں کا اصل ہدف کیا اور کون ہے؟

تاریخی طور پر یہ ثابت ہے کہ جنگ عظیم اوّل اور دوم دونوں یہودیوں کی سازش کا نتیجہ تھیں۔ اصل میں جس فرنگ کی جان پنجہ یہود میں تھی اُس فرنگ کا کمال اب رو بہ زوال تھا اور یہودی کی تاریخ یہ ہے کہ وہ کبھی زوال پذیر قوم کا ساتھی نہیں بنتا۔ اس زوال کو سونگھتے ہوئے یہودیوں نے عالمی قوت کا مرکز لندن سے واشنگٹن منتقل کرنے کا فیصلہ کیا۔ لٰہذا عالمی جنگیں کروائیں کیونکہ مطلوبہ منتقلی کے لیے بحیثیت مجموعی یورپ کی مزاحمتی قوت کو کمزور کرنے کی ضرورت تھی۔ ہٹلر یہودی سازش کو سمجھ چکا تھا۔ حتمی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس حقیقت کا انکشاف اُس پر کس موقع پر ہوا، بہرحال اُس نے یہودیوں کے خلاف جوابی کارروائی کی جس کا واویلا

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

7 تا 13 اپریل 2015ء — جلد 24
17 تا 23 جمادی الثانی 1436ھ — شمارہ 14

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محمد خلیق
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36293939-36366638-36316638
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا --------------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

یہودی آج تک دنیا بھر میں کرتے رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں، ہٹلر نے مرنے سے پہلے دو اہم پیش گوئیاں کیں۔ اُس نے کہا کہ میں نے بہت سے یہودیوں کو مارا ہے لیکن کچھ کو اِس لیے چھوڑ دیا تا کہ آنے والی دنیا جان سکے کہ یہودیوں کو مارنا کیوں لازم ہے۔ دوسری بات اُس نے یہ کی کہ میرا جرمن تباہ ہو گیا لیکن میں اپنے مخالفین کے لیے ایک ایسا دشمن چھوڑ کر جا رہا ہوں جو اُن کے لیے مجھ سے زیادہ سخت اور بڑا دشمن ثابت ہوگا۔ ہٹلر کی مراد سوویت یونین تھا۔ یہودیوں کی اس سازش کو انگریز بھی جان گیا تھا، لیکن اُس نے حالات سے سمجھوتہ کرنے اور surrender کرنے میں عافیت سمجھی اور یہودی کے بنائے ہوئے قوت کے نئے عالمی مرکز یعنی امریکہ سے خود کو نتھی کر لیا اور آج تک وہ عالمی معاملات میں امریکہ کا دُم چھلا بنا ہوا ہے۔ بہر حال امریکہ نے ہٹلر کی دوسری پیش گوئی یعنی سوویت یونین سے مقابلے کو سنجیدگی سے لیا۔ پھر یہ کہ امریکہ اصلاً اپنے سرمایہ دارانہ نظام کا تحفظ چاہتا تھا اور سوویت یونین کا نظام اشتراکیت کم از کم آغاز میں سرمایہ دار کا رڈ اور مزدور کی پشت پناہی کا مظہر دکھائی دیتا تھا۔ چنانچہ امریکہ نے سوویت یونین کے خلاف مہم کا آغاز کیا۔ سوویت یونین کیونکہ ملحدانہ نظام کا علمبردار تھا لہٰذا امریکہ نے دنیا بھر میں مذہب کی دہائی دی۔ خاص طور پر مسلمانوں کو پکار لگائی۔ اُدھر سوویت یونین افغانستان میں فوجی مداخلت کی حماقت کا ارتکاب کر بیٹھا تو امریکہ کو جہاد اور قتال یاد آ گیا۔ قارئین اچھی طرح جانتے ہیں کہ پھر سوویت یونین کس حشر سے دوچار ہوا۔ اب امریکہ سپریم پاور آف دی ورلڈ تھا۔ اب نیو ورلڈ آرڈر کی باتیں سنائی دینے لگی، لیکن امریکہ جانتا تھا کہ مسلمان اگرچہ منتشر ہیں اور سیاسی وعسکری لحاظ سے انتہائی کمزور ہیں، لیکن ان کے پاس ایک منصفانہ نظام ہے۔ ایسا نظام جو ہر قسم کے استحصال سے پاک ہے۔ لہٰذا آج نہیں تو کل سرمایہ دارانہ نظام جو بدترین ظالمانہ استحصالی نظام ہے، وہ کسی وقت بھی اسلام کے عادلانہ نظام سے شکست کھا سکتا ہے۔ چنانچہ حاملین نظام کو ہی نیست و نابود کر دو۔ اپنے اسی فریضہ کی انجام دہی کے لیے امریکہ اور اُس کے کندھوں پر سوار یہودی مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ ایران اور عراق کے درمیان جنگ، عراق اور کویت کی جنگ اور یمن کی خانہ جنگی میں سعودی عرب اور ایران کا آمنے سامنے آنا اس منصوبہ بندی کا حصہ ہے کہ پہلے مسلمانوں کو آپس میں لڑاؤ تا کہ جب امریکہ بچے کھچے مسلمانوں کا صفایا کرے تو اس کا مالی و جانی نقصان کم سے کم ہو۔ اس منصوبہ کی ایک اور سمت بھی ہے۔ وہ یہ کہ امریکہ سوویت یونین کو ٹھکانے لگاتے ہوئے پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی مانیٹرنگ صحیح طرح نہ کر سکا۔ یا یوں کہہ لیجیے کہ اگر وہ اُس وقت پاکستان سے محاذ آرائی کرتا تو سوویت یونین کی سپرمیسی ختم کرنے کے پروگرام میں خلل آ سکتا تھا۔ لہٰذا پاکستان نے وہ ریڈ لائن کراس کر لی اور ایٹمی قوت بن گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان یعنی ایک ایٹمی ملک کو کھلی جارحیت کا نشانہ بنانا اتنا آسان نہیں۔ وہ تباہ ہوتے ہوئے بھارت اور اسرائیل کو نشانہ بنا سکتا ہے۔ چنانچہ پاکستان میں سیاسی عدم استحکام، دہشت گردی اور معاشی بحران پیدا کیا گیا۔ ان سب اقدامات سے پاکستان سیاسی اور معاشی لحاظ سے کمزور سے کمزور تر تو ہوا، لیکن اُسے ایٹمی قوت سے محروم نہ کیا جا سکا۔

اب یمن کے اندرونی خلفشار کو شیعہ سنی جنگ کا رنگ دے کر عالم اسلام میں ہر جگہ شیعہ سنی مسئلہ کھڑا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس سے سب سے زیادہ پاکستان متاثر ہوگا کیونکہ یہاں عظیم اکثریت اہل سنت کی ہے، لیکن شیعہ اقلیت بھی اچھی خاصی تعداد میں ہے اور وہ بڑے متحرک ہیں۔ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق ایران کا یورپ و امریکہ سے جوہری معاہدہ ہو گیا ہے۔ ایران سے تمام تجارتی پابندیاں ختم کر دی جائیں گی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ امریکہ و یورپ اب ایران کارڈ کا بھرپور استعمال کریں گے۔ ایران کو مضبوط کر کے سعودی عرب کو از حد خوف زدہ کیا جائے گا، جس کے نتیجہ میں سعودی عرب پاکستان سے زمینی افواج کے تعاون کی درخواست کرے گا۔ اس مرحلہ پر پاکستان بُری طرح پھنس جائے گا۔ امریکہ پاکستان کے اندر کوئی بڑی کارروائی کرنے سے پہلے پاکستان کی فوج کو زیادہ سے زیادہ Stretch کرنا چاہتا ہے۔ پاکستانی فوج کی بڑی تعداد شمال مغرب میں افغانستان کے بارڈر پر امریکہ اور بھارت کی پیدا کردہ دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے مصروف ہے۔ کراچی میں ایم کیو ایم کے ذریعے امریکہ اور بھارت تخریبی کارروائیاں کرا رہے ہیں جس سے نمٹنے کے لیے بڑی تعداد میں رینجرز مصروف ہیں۔ اگر پاکستان سعودی عرب کو فوج بھیجتا ہے تو اندرونی مسائل سے نمٹنا مشکل ہو جائے گا۔ پھر انڈیا حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بارڈر پر خصوصاً کشمیر کی جانب سے کوئی کارروائی کر سکتا ہے۔ ایران سرحدوں پر اس بنیاد پر پاکستان کے لیے مشکلات پیدا کر سکتا ہے کہ پاکستان یمن میں ایرانی مفادات کو زک پہنچا رہا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اور اگر پاکستان سعودی حکومت کی درخواست رد کر دیتا ہے تو جو 25 لاکھ پاکستانی صرف سعودی عرب میں روزگار کما رہا ہے، اُن کا کیا بنے گا؟ خلیجی ریاستوں میں بھی بے شمار پاکستانی کام کر رہے ہیں۔ یہ سب لوگ 15 ارب ڈالر سے زاید پاکستان کو زرِمبادلہ بھجوا رہے ہیں۔ پاکستان کا سب سے بڑا زرِمبادلہ کمانے کا ذریعہ یہی لوگ ہیں۔ ظاہر ہے یہ زرِمبادلہ پاکستان سے کوئی شے برآمد کیے بغیر آتا ہے۔ پاکستان شدید ترین مالی مشکلات سے دوچار ہو جائے گا۔ اور یہاں خطرناک سیاسی اور معاشی عدم استحکام پیدا ہو جائے گا جو سنگین بحران کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ لہٰذا پاکستان کو ہر صورت یہ کوشش کرنا چاہیے کہ یمن کا مسئلہ مذاکرات سے حل ہو جائے۔ اگرچہ امریکہ اور اسرائیل کی شرانگیزی راستے میں حائل ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ امت مسلمہ کا باہمی تصادم کروانے کا عالم کفر کا منصوبہ بڑی پختہ بنیادوں پر قائم ہے، (باقی صفحہ 19 پر)

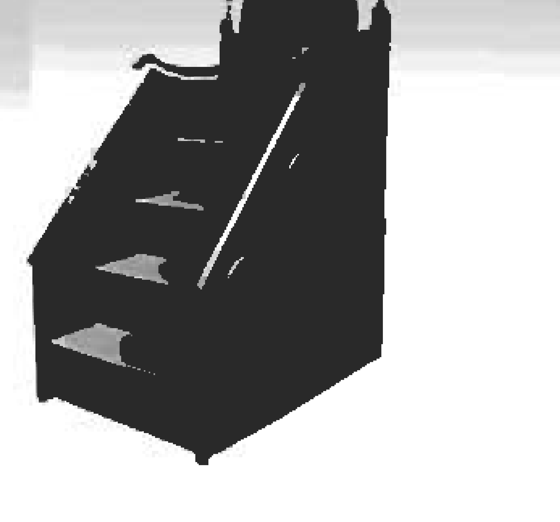

اسلام کا عائلی نظام اور طلاق کے اصول وضوابط

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 27 مارچ 2015ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: حافظ محمد زاہد

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات! سورۃ التغابن کے بعد اگلی سورت ''سورۃ الطلاق'' ہے' جس کی ابتدائی تین آیات ابھی آپ نے سماعت فرمائی ہیں ـــــ مسلسل دس مدنی سورتوں کے گروپ کا آغاز سورۃ الحدید سے ہوا تھا اور اس گروپ کی آخری دو سورتیں سورۃ الطلاق اور سورۃ التحریم ہیں۔ مدنی سورتوں کے اس حسین گلدستے میں براہِ راست خطاب مجھ سے' آپ سے اور تمام مسلمانوں سے ہے۔ کہ بحیثیت مسلمان کن باتوں کا خیال رکھنا' کن چیزوں سے بچنا' اور کن چیزوں پر عمل پیرا ہونا ہمارے لیے ضروری ہے' یہ ساری باتیں زیر مطالعہ مدنی سورتوں کا خاص موضوع ہے۔

سورۃ الطلاق کے حوالے سے چند ایک باتیں نوٹ کر لیجیے۔ اول یہ کہ اس سورۂ مبارکہ کا عنوان ''الطلاق'' ہے اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس سورت کے آغاز میں طلاق سے متعلق تفصیلی احکامات بیان ہوئے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس سورۃ کے زمانہ نزول کا مکمل طور پر تو تعین نہیں ہو سکا' لیکن ایک بات واضح اور متفق علیہ ہے کہ یہ مدنی سورت ہے۔ پھر مدنی دور میں بھی بالکل ابتدائی زمانے کی ہے۔ ہجرت کے بعد پہلے دو سالوں میں سورۃ البقرۃ کا وہ حصہ (چار رکوع' 27 تا 30) نازل ہوا جس میں طلاق اور عائلی مسائل کا ذکر ہے۔ اندازہ یہ ہوتا ہے کہ یہ سورت اس کے بعد میں نازل ہوئی ہے اس لیے کہ عائلی نظام سے متعلق بعض چیزوں کی وضاحت زیر مطالعہ سورت میں ملتی ہے۔

اسلام میں عائلی نظام کی کیا اہمیت ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے آسانی سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن حکیم میں سب سے زیادہ تفصیلی احکامات معاشرتی نظام اور بالخصوص عائلی نظام کے بارے میں آئے ہیں۔ جو لوگ قرآن مجید سے شغف رکھتے ہیں اور اس کا مطالعہ کرتے ہیں انہیں معلوم ہو گا کہ سورۃ البقرۃ' سورۃ النساء' سورۃ النور اور سورۃ الاحزاب میں اس موضوع سے متعلق تفصیلی ہدایات دی گئی ہیں۔ سورۃ المجادلہ کا آغاز بھی ایک عائلی مسئلے (ظہار) سے ہوتا ہے اور پھر سورۃ الطلاق اور سورۃ التحریم دو مکمل سورتیں بھی اسی مضمون سے متعلق ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ موضوع خاص اہمیت کا حامل ہے۔

اس حوالے سے یہ یاد رکھیے کہ میاں بیوی کا جوڑا معاشرے کی پہلی اینٹ ہے' اگر یہ ٹھیک ہو گی تو آگے معاشرے کا معاملہ بھی ٹھیک چلے گا' ورنہ معاشرہ ایک سنڈاس بن جائے گا۔ قرآن مجید نے پاکیزہ معاشرت کے اصول اور تقاضے بہت تفصیل سے بیان کیے ہیں کہ گھروں کے اندر اگر خیر اور تقویٰ ہو گا تو یہ معاشرے کے اندر ریفلیکٹ کرے گا اور پھر معاشرے میں بھی خیر اور تقویٰ کے نورانی اثرات ظاہر ہوں گے۔ ورنہ وہ حال ہو گا جو آج بحیثیت مجموعی پاکستانی معاشرے کا ہے۔ ہمارا پورا معاشرہ مجموعی طور پر جھوٹ، فریب' دھوکہ دہی، بدعنوانی، ایک دوسرے کا حق غصب کرنا اور ان جیسی دوسری برائیوں سے بھرا پڑا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے گھر تقویٰ اور خوفِ الٰہی سے خالی ہیں جو پاکیزہ معاشرت کے لیے بنیاد کا درجہ رکھتا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ اس سورت میں ذکر تو معاشرتی قوانین کا ہے، لیکن بار بار تاکید تقویٰ کی ہو رہی ہے۔ اس لیے کہ اگر یہ تقویٰ ہو گا تو معاشرہ جنت کا نمونہ بن جائے گا۔

> **عائلی قوانین اور معاشرتی اقدار کی جزئیات وتفصیلات کو قرآن مجید میں جس اہتمام اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ موضوع خاص اہمیت کا حامل ہے!**

اس تمہیدی گفتگو کے بعد اب اس سورت کا مطالعہ شروع کرتے ہیں' چنانچہ پہلی آیت میں فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ ج﴾

''اے نبی (ﷺ!) جب آپ لوگ اپنی عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے حساب سے طلاق دو۔''

آیت کی ابتدا تو یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ یعنی نبی اکرم ﷺ کے خطاب سے ہو رہی ہے' لیکن آگے جمع کا صیغہ آ گیا۔ گویا آپؐ کے خطاب کے ضمن میں پورے مسلمانوں کو طلاق کے متعلق احکامات دیے جا رہے ہیں۔

اس ضمن میں یہ بات بھی نوٹ کر لیں کہ سورۃ الطلاق اور سورۃ التحریم جوڑے کی شکل میں ہیں اور دونوں کا آغاز یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ سے ہو رہا ہے۔ ان کے درمیان ایک بڑی خوبصورت نسبت نظر آتی ہے۔ وہ یہ کہ معاشرتی زندگی کی ایک انتہا یہ ہے کہ میاں بیوی میں موافقت ہو ہی نہیں رہی اور گھر کے اندر بدمزگی کا سماں ہے تو اس کا حل طلاق ہے۔ اس کے متعلق احکامات سورۃ الطلاق میں آئے ہیں۔ دوسری انتہا یہ ہو سکتی ہے کہ میاں بیوی کے اندر اتنی محبت ہے کہ ایک دوسرے کی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے حرام میں منہ مارنے سے بھی دریغ نہیں کیا جا رہا اور اللہ کے احکام کو توڑا جا رہا ہے۔ اس دوسری انتہا کا ذکر

سورۃ التحریم میں ہے۔ چنانچہ میاں بیوی سے متعلق ان دو انتہاؤں کو بیان کر کے یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ ان کے درمیان اعتدال ہی مطلوب اور پسندیدہ رویہ ہے۔

یہاں ایک اور چیز کا بھی میں ذکر کرنا چاہوں گا کہ قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ سے مختلف انداز میں خطاب کیا گیا ہے۔ یٰـٓاَیُّهَا النَّبِیُّ کا خطاب قرآن مجید میں 13 مرتبہ آیا ہے اور یٰـٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ کا 2 مرتبہ۔ خود آپؐ کا نام نامی "محمد ﷺ" چار مرتبہ قرآن میں آیا ہے۔ ویسے یہ غلط نہیں کہا گیا کہ پورا قرآن ہی اصل میں محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے جب کہا گیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت بیان کیجئے تو انہوں نے بڑا جامع جواب دیا: کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور اخلاق جاننا چاہتے ہو تو قرآن کو پڑھو۔ اس لیے کہ آپؐ گویا مجسمِ قرآن تھے۔

سورۃ الطلاق کے حوالے سے ان باتوں کے بعد اب طلاق کے حوالے سے چند ایک موٹی موٹی باتیں نوٹ کر لیجیے۔ پہلی بات یہ ہے کہ طلاق ازدواجی جھگڑے کا آخری حل ہے' لیکن کوئی پسندیدہ شے نہیں ہے اور اللہ کے نزدیک انتہائی مبغوض ہے۔ طلاق سے پہلے کے لیے کچھ تدابیر ہیں جن کا تذکرہ سورۃ البقرۃ اور سورۃ النساء میں تفصیل سے ہوا ہے۔ وہ یہ کہ پہلے پہل میاں بیوی خود اپنے طور پر آپس میں صلح کرنے کی کوشش کریں اور اگر وہ مسئلے کو حل نہ کر سکیں تو ایک حَکَم مرد اور ایک حَکَم عورت کے خاندان سے مقرر کریں اور وہ ان کے درمیان موافقت پیدا کرنی کی کوشش کریں۔ اگر پھر بھی کچھ نہ ہو تو اس صورت میں آخری حل طلاق ہے اور اللہ کے ہاں انتہائی ناپسندیدہ ہونے کے باوجود جائز اور حلال ہے۔

بعض مذاہب میں طلاق کا راستہ نہیں رکھا گیا' یہاں تک کہ عیسائیت کے اندر بھی طلاق کا راستہ بند ہو گیا سوائے اس کے کہ شوہر بیوی پر بدکاری کا الزام لگائے اور وہ اس الزام کو ثابت کرے تو پھر جدائی ہو سکتی ہے' ورنہ جدائی کی اور کوئی صورت نہیں ہے۔ اس صورت حال کے بعد کہ میاں بیوی میں بات بن نہیں رہی تو پھر جھوٹے الزام لگائے جاتے ہیں تاکہ طلاق کی راہ ہموار ہو سکے۔ لیکن اسلام چونکہ فطرتی دین ہے تو اس نے آخری حل کے طور پر طلاق کو جائز قرار دیا ہے۔

طلاق کے حوالے سے دوسری اصولی بات یہ ہے کہ طلاق غصے میں دی جانے والی شے نہیں ہے۔ طلاق اس وقت دی جانی چاہیے جب خوب غور و فکر کرنے کے بعد کوئی شخص اس نتیجے پر پہنچ جائے کہ میرا اب اس بیوی کے ساتھ گزارا نہیں ہے۔

طلاق کے حوالے سے تیسری بنیادی بات یہ ہے کہ جب طلاق دینی ہے تو وہ بھی حساب کتاب سے دینی ہوگی۔ ایک ہی مرتبہ تین طلاقیں دینا غلط طریقہ ہے۔ ایسا کرنا شریعت کے اندر مبغوض اور اللہ کے ہاں ناپسندیدہ ہے۔ حضرت عمر فاروق ؓ تو ایسا کرنے پر کوڑے لگوایا کرتے تھے۔ ہمارے ہاں یہی ہو رہا ہے اور بدقسمتی یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر طلاق کے حوالے سے سرے سے کوئی آگاہی ہے ہی نہیں۔ حقیقت میں ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگوں کو اس بارے میں آگاہی دی جائے۔ ورنہ بعد میں مارے مارے پھر رہے ہوتے ہیں کہ خدا کے لیے کہیں سے ہمیں فتویٰ دلا دو' ہم تو غصے میں طلاق دے بیٹھیں ہیں۔ یہی تو اسلامی تعلیمات ہیں کہ غصے کی حالت میں طلاق مت دو۔ بلکہ سوچ بچار کر کے اگر اس نتیجے پر پہنچے ہو کہ میں نے اپنے حالات سدھارنے کے سارے طریقے اختیار کیے ہیں، لیکن کوئی بات نہیں بنی تو اب طلاق کا مرحلہ آئے گا۔

طلاق کے حوالے سے چوتھی بات یہ ہے کہ طلاق دینے کا وقت بھی اسلام نے مقرر کیا ہے۔ زیر مطالعہ آیت میں فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ سے مراد یہ ہے کہ عورت کو اس وقت طلاق دو جب وہ حالت حیض میں نہ ہو' بلکہ حالت طہر میں ہو اور اس طہر کے اندر آپ نے اس کے ساتھ جنسی تعلق بھی قائم نہ کیا ہو۔

طلاق کے ضمن میں پانچویں بات یہ ہے کہ طلاق دینے کے بعد عدت کا بھی پورا حساب رکھنا چاہیے۔ اسی

پریس ریلیز 03 اپریل 2015ء

مسلمان ممالک میں باہم تصادم انتہائی تشویشناک ہے جس سے امت مسلمہ کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے گا

ایران ہمارا ہمسایہ اور سعودی عرب ہمارا دوست ملک ہے

جنگ کی آگ کو مذاکرات سے سرد کرنا چاہیے

حافظ عاکف سعید

یمن میں قیام امن کے لیے وزیراعظم نواز شریف کا دورہ ترکی وقت کی ضرورت تھا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان ممالک میں باہم تصادم انتہائی تشویشناک ہے جس سے امت مسلمہ کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے گا۔ اُنہوں نے ایران کے اس موقف کو بھی سراہا کہ وہ یمن اور شام میں بھڑکی ہوئی جنگ کی آگ کو مذاکرات سے سرد کرنا چاہتا ہے۔ اُنہوں نے اس امید کا اظہار کیا کہ ایران کے وزیرخارجہ کا اگلے ہفتے دورہ پاکستان یمن اور شام میں قیام امن کے حوالہ سے بہت مفید رہے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ، یورپ اور اسرائیل مسلمانوں کو باہم لڑانے کے لیے شیعہ سنی مسئلہ کو ہوا دے رہے ہیں۔ یمن میں برپا فساد درحقیقت اقتدار کی رسہ کشی اور قبائلی کشمکش ہے، جسے اسلام دشمن قوتیں شیعہ سنی جنگ بنانا چاہتی ہیں۔ تاکہ دنیا بھر میں جہاں جہاں بھی شیعہ سنی موجود ہیں وہ باہم دست و گریبان ہو جائیں اور امت مسلمہ کمزور ہو جائے۔ سعودی عرب فوج بھیجنے کا ذکر کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ اس حوالہ سے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں مفید بحث و تمحیص ہونی چاہیے۔ پاکستان کو کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے اس مسئلے کے تمام پہلوؤں پر تفصیل سے غور کرنا ہوگا کیونکہ ایران ہمارا ہمسایہ ملک ہے اور سعودی عرب نہ صرف ہمارا دوست ملک ہے بلکہ حرمین شریفین کی وجہ سے عرب کے تقدس کو کسی صورت نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اِن مقدس مقامات کی بے حرمتی کی کسی قیمت پر اجازت نہیں دے سکتے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

لیے زیر مطالعہ آیت میں فرمایا:﴿ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ ﴾

''اور عدت کا پورا لحاظ رکھو''

یعنی یہ ریکارڈ رکھا جانا ضروری ہے کہ میں نے اس کو فلاں طہر میں طلاق دی ہے۔ اب اس کے بعد ایک حیض آیا ہے' پھر دوسرا اور پھر تیسرا۔ اب اس عورت کی عدت مکمل ہو گئی اور وہ طلاق مؤثر ہو جائے گی۔

اس کے ساتھ ہی آگے تقویٰ کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیا گیا:﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ ﴾

''اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جو تمہارا ربّ ہے۔''

یعنی یہ احکامات گھر کے اندر کے ہیں جہاں چوکیداری کا کوئی اور نظام نہیں ہے۔ ہاں اگر یہ احساس دل میں رہے کہ ایک آنکھ دیکھ رہی ہے تو یہ احساس تمہیں تمہاری حدود کے اندر رکھے گا۔

طلاق کے بارے میں چھٹی اصولی بات یہ ہے کہ:

﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ﴾

''انہیں مت نکال باہر کرو ان کے گھروں سے اور وہ خود بھی نہ نکلیں' سوائے اس کے کہ وہ ارتکاب کریں کسی کھلی بے حیائی کا۔''

یعنی شریعت کی یہ تاکید ہے کہ عدت کی تکمیل تک عورت کو اپنے گھر میں اپنے پاس ہی رکھنا ہے' لیکن اس میں ایک استثناء موجود ہے کہ اگر بیوی بے حیائی کا ارتکاب کرے یا کوئی اور بڑا جرم مثلاً چوری وغیرہ کرے اور پھر وہ ثابت بھی ہو جائے تو اس صورت میں اسے گھر سے نکالا جا سکتا ہے' ورنہ نارمل حالات میں عدت کے پورے ہونے تک اس کو اپنے ہی گھر میں رکھنا ہے۔ پھر اس دوران اگر احساس ہو جائے کہ ہم نباہ کر سکتے ہیں تو مرد کو چاہیے کہ وہ اپنی طلاق سے رجوع کرتے ہوئے اس سے دوبارہ ازدواجی تعلق قائم کر لے تو اب وہ دوبارہ سے میاں بیوی بن جائیں گے اور طلاق غیر مؤثر ہو جائے گی۔

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ یہ رجوع کرنے کا اختیار صرف دو مرتبہ ہے' جبکہ تیسری دفعہ میں رجوع کا حق نہیں رہے گا اور ہمیشہ کے لیے جدائی ہو جائے گی۔ اسے کہتے ہیں ''طلاق مغلظہ'' یعنی گاڑھی طلاق۔ اب اگر بعد میں سوچیں بھی کہ ہم دوبارہ سے شادی کر لیں تو تین طلاقوں کے بعد اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ ایک استثناء ہے جس کا ذکر سورۃ البقرۃ میں ہوا ہے، لیکن وہ بہت سخت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ لوگوں نے شریعت کے اس قانون میں حیلے نکال کے ایک نیا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے لیکن اس قسم کے حیلے شریعت کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔ وہ استثناء یہ ہے کہ جب تین طلاقیں مغلظ ہو گئیں تو اب مکمل علیحدگی ہو گئی۔ اب اس خاتون کا نکاح کسی اور مرد سے ہوا پھر وہاں سے بھی اس کو کسی سبب سے طلاق ہو گئی۔ پلاننگ کے ساتھ نہیں، بلکہ فطری انداز میں ان کا نبھا نہ ہو سکا تو وہ عورت پھر سے مطلقہ ہو گئی۔ اب یہ عورت اور اس کا پہلا شوہر آپس میں دوبارہ شادی کر سکتے ہیں۔

> اکٹھی تین طلاقیں دینا شریعت کے اندر مبغوض اور اللہ کے ہاں ناپسندیدہ ہے۔ حضرت عمر فاروق ؓ تو ایسا کرنے پر کوڑے لگوایا کرتے تھے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر طلاق کے حوالے سے سرے سے کوئی آگاہی ہے ہی نہیں۔ حقیقت میں ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کو نکاح کے وقت ہی طلاق کے بارے میں آگاہی دی جائے۔

یہ ہیں طلاق کے موٹے موٹے اور چند بنیادی اصول جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حدود قرار دیا ہے اور ساتھ ہی ان کی رعایت رکھنے کا حکم بھی صادر فرمایا ہے:

﴿وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ﴾

''اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور جو کوئی اللہ کی حدود سے تجاوز کرے گا تو اُس نے اپنی ہی جان پر ظلم کیا۔''

ان اصولوں پر عمل پیرا ہونے سے بالآخر انسان کے لیے خیر ہی خیر ہے اور اس کا ذکر زیر مطالعہ آیت کے اگلے جملے میں بایں الفاظ ہوا ہے:

﴿لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا (1)﴾

''تمہیں نہیں معلوم کہ شاید اس کے بعد اللہ کوئی نئی صورت پیدا کر دے۔''

یعنی اگر تم قرآنی احکامات کے مطابق چلو گے تو پھر بعد میں بھی اصلاح کے مواقع ہیں اور اپنی غلطی کی تلافی اور اس کے تدارک کا موقع بھی تمہارے پاس ہوگا۔ یہ وہی بات ہے جس کا ماقبل ذکر ہوا کہ اگر تم نے اسلامی اصول کے مطابق ایک طلاق دے دی اور بعد میں خیال آیا تو پھر آپ کے پاس رجوع کا موقع ہے۔ ورنہ اکٹھی تین طلاقوں کے بعد اصولی طور پر کوئی موقع نہیں ہے اور اس پر ہمارے چاروں ائمہ متفق ہیں۔

دورانِ عدت مرد کے پاس رجوع کا حق تو ہوتا ہے' لیکن اس میں بھی حکم یہ ہے کہ اگر رجوع کرنا ہے تو خلوصِ نیت اور نبھانے کی غرض سے کرو اور مکمل علیحدگی کرنی ہے تو وہ بھی بھلے طریقے سے ہو۔ اس حوالے سے فرمایا:

﴿فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ﴾

''پھر جب وہ اپنی (عدت کی) میعاد کو پہنچنے لگیں تو اب ان کو یا تو (اپنے نکاح میں) روک رکھو معروف طریقے سے یا جدا کر دو معروف طریقے سے۔''

یعنی عدت پوری ہونے والی ہے تو اب شوہر کو آخری فیصلہ کرنا ہے کہ مجھے اس کو اپنے پاس رکھنا ہے یا اب واقعی علیحدگی کرنی ہے۔ اگر روکنا مقصود ہو تو پھر عدت کے اندر اندر رجوع کر لے اور اس کو دوبارہ اپنی بیوی بنا لے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ لیکن یہ رجوع خلوصِ نیت سے ہونا چاہیے' یہ نہ ہو کہ نیت عورت کو تنگ کرنے کی ہو۔ بعض اوقات بسانے کی نیت نہیں ہوتی صرف تنگ کرنے کے لیے رجوع کر لیا جاتا ہے کہ میرے رجوع کرنے پر شریعت کے تقاضے کے تحت یہ یہاں میرے پاس رہنے پر مجبور ہوگی اور پھر میں اس کو اور زیادہ تنگ کروں گا اور گن گن کر بدلے لوں گا۔ تو یہ غلط طریقہ ہے اور اللہ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اگر تو واقعی بسانے کی نیت ہے تو رجوع کرو، ورنہ اس کو طلاق دے کر الگ ہو جاؤ اور یہ علیحدگی بھی اچھے طریقے سے ہونی چاہیے۔

اسلام کے عائلی نظام سے متعلق آگے بہت اہم اصول بیان ہو رہا ہے:﴿ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۭ ﴾

''اور اپنے میں سے دو معتبر اشخاص کو گواہ بنا لو اور گواہی قائم کرو اللہ کے لیے۔''

یعنی میاں بیوی اپنے دو محرم رشتہ داروں کو بلا کر بتائیں کہ ہم نے رجوع کر لیا ہے اور جو طلاق دی تھی وہ گویا کالعدم (Null & Void) ہو گئی ہے۔ اور اگر رجوع نہیں کرنا تب بھی دو افراد کو گواہ بنا لیا جائے تا کہ بعد میں کوئی غلط فہمی نہ ہو اور دونوں میں سے کوئی ایک کسی غلط فہمی کا فائدہ نہ اٹھائے۔ اگرچہ یہ گواہ ٹھہرانا اکثر ائمہ کے نزدیک فرض یا واجب کے درجے میں نہیں ہے' بلکہ ایک اخلاقی

تلقین ہے کہ بہتر ہے کہ ایسے موقع پر گواہ ٹھہرا لیے جائیں تا کہ بعد میں کوئی ابہام اور کوئی تنازع کی شکل نہ رہے۔ پھر مسلمانوں سے بھی کہا گیا ہے کہ جس کو بھی گواہ بنایا جائے' وہ اپنی گواہی پر قائم رہے اور صحیح صحیح گواہی ادا کرے۔ یہ اللہ کی طرف سے تاکید ہے۔

آیت کے آخری حصے میں فرمایا:

﴿ذٰلِکُمْ یُوْعَظُ بِہٖ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا (2)﴾

''یہ ہے جس کی نصیحت کی جا رہی ہے ہر اُس شخص کو کہ جو ایمان رکھتا ہو اللہ پر اور یوم آخرت پر۔ اور جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا' اللہ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا۔''

یعنی ان کو معمولی اور چھوٹی باتیں مت سمجھو، بلکہ انہی پر معاشرے کی صحت کا دارومدار ہے اور ان کے اثرات بہت دور تک نکلتے ہیں' لہٰذا ان کو اہمیت دی جانی چاہیے۔

آیت کے آخر میں تقویٰ کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیتے ہوئے واضح کیا گیا ہے کہ جو اللہ اور اس کے عذاب کے ڈر سے اللہ کے احکام کو توڑنے سے باز رہے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے لیے بہتر راستہ نکالے گا۔ یہ ساری چیزیں اگر تقویٰ کی بنیاد پر ہوں گی تو ہو سکتا ہے کہ اس مرد کو بہتر عورت اور اس عورت کو بہتر خاوند اللہ تعالیٰ فراہم کر دے۔ یا ان کے دل آپس میں پھر سے جڑ جائیں گے یا کوئی اور بہتر شکل اللہ پیدا کر دے۔ تو یقیناً اس میں خیر ہی ہوگا۔

اگلی آیت میں فرمایا:

﴿وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ط﴾

''اور اسے وہاں سے رزق دے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوگا۔''

یعنی جو شخص اللہ کے خوف اور آخرت کی وجہ سے معاشرت اور معیشت میں حرام سے بچے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو وہاں سے رزق فراہم کرے گا جہاں اسے گمان بھی نہیں ہوگا۔ یہ ہے اللہ کا وعدہ' لیکن ایک بات یاد رکھیے کہ کچھ نہ کچھ آزمائش ضرور آتی ہے۔ عام طور پر ہمارا رویہ یہ ہوتا ہے کہ یہ ہے تو حرام لیکن جیسے ہی مجھے کوئی مناسب ذریعۂ معاش مل جائے گا تو پھر میں اس کو چھوڑ دوں گا۔ دوسرا اور مطلوب رویہ یہ ہے کہ جب معلوم ہو گیا کہ یہ حرام ہے تو ایک لقمہ بھی میرے اندر حرام کا کیوں جائے۔ رازق تو اللہ ہے اور وہ مجھے کسی اور ذریعے سے رزق دے دے گا۔ جب اس کی رزاقیت پر اعتماد اور یقین ہوگا تو ہو سکتا ہے کہ کچھ دن سختی اور تھوڑی بہت آزمائش تو آئے گی' لیکن اللہ تعالیٰ بھوکا نہیں مارتا۔ پھر وہ رزق کے دروازے ایسے کھولتا ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔

اگلے جملے میں اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے اللہ پر توکل کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ فرمایا:

﴿وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسْبُہٗ ط﴾

''اور جو کوئی اللہ پر توکل کرتا ہے تو اس کے لیے وہ کافی ہے۔''

ایک حدیث کے الفاظ ہیں: ((اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ)) (مسلم) ''میں اپنے بندوں سے ان کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں''۔ جس بندے کو پورا یقین ہے کہ میرا رب میری مدد کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد ضرور کرتا ہے اور جس کے اندر ڈھل مل یقین ہے تو اس کے ساتھ معاملہ بھی اسی طرح کا ہوتا ہے۔

آیت کے آخر میں اللہ کی قدرت کاملہ کا بیان ہے:

﴿اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ ط قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا (3)﴾

''اللہ تو یقیناً اپنا کام پورا کر کے ہی رہتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔''

انسان کا معاملہ تو یہ ہے کہ وہ بے بس اور لاچار ہے' جبکہ اللہ تعالیٰ جو بھی سوچتا ہے یا کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کو پورا کرنے پر مکمل طور پر قادر ہے اور کسی کا محتاج نہیں ہے۔ کوئی شے بھی اس کے لیے رکاوٹ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا ایک اندازہ ٹھہرا رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان آیات میں موجود عائلی نظام اور طلاق کے حوالے سے قوانین وضوابط پر صحیح معنوں میں عمل کرنے اور اس ضمن میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

☆☆☆☆☆

اعتذار

''ندائے خلافت'' شمارہ 12 کے صفحہ 16 پر بیماروں کے لیے دعائے صحت کی اپیل کا عنوان غلطی کے باعث ''دعائے مغفرت کی اپیل'' شائع ہو گیا ہے۔ بیماروں اور ان کے متعلقین کو اس سے جو ذہنی تکلیف اٹھانا پڑی، اس کے لیے ادارہ معذرت خواہ ہے۔

دعائے صحت کی اپیل

☆ مقامی تنظیم دیر کے ملتزم رفیق سعید اللہ علیل ہیں۔

☆ مقامی تنظیم تیمر گرہ کے ملتزم رفیق حیان اللہ کی اہلیہ بیمار ہیں۔

☆ حلقہ پنجاب شرقی کے منفرد رفیق رضوان احمد کی والدہ علیل ہیں۔

☆ حلقہ پنجاب شرقی عارف والا کے رفیق محمد رمضان کی اہلیہ علیل ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی لطیف آباد کے مبتدی رفیق اورنگ زیب اعوان روڈ ایکسیڈنٹ میں زخمی ہو گئے ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی گجرات کے ملتزم رفیق محمد اقبال کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے ناظم محترم خورشید انجم کی والدہ محترمہ وفات پا گئیں

☆ حلقہ لاہور شرقی داروغہ والا تنظیم کے نقیب نواز کھرل کے چچا وفات پا گئے

☆ قرآن اکیڈمی، لاہور کے کمپیوٹر انجینئر سلیم بیگ کے چھوٹے بھائی وفات پا گئے

☆ تنظیم اسلامی سرگودھا کے مبتدی رفیق عامر نذیر وفات پا گئے

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کے منفرد اسرہ لیہ کے رفیق پروفیسر بشیر احمد چودھری کے چھوٹے بھائی وفات پا گئے

☆ مقامی تنظیم سوات کے رفیق گل نواب کے بھائی وفات پا گئے

☆ مقامی تنظیم بٹ خیلہ شاہ حسین کے دادا وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

جمہوریت کی گاڑی رواں رکھنے اور اندرونی بیرونی دباؤ اور سیاسی مجبوریوں کے تحت سالہا سال کراچی کا امن داؤ پر لگا رہا۔ طالبان کا کھاتہ کھلا تھا۔ لہٰذا بدامنی اسی کھاتے میں ڈالی جاتی رہی۔ مدارس اور علماء نشانے پر رہے۔ پکڑ دھکڑ، چھاپوں اور پولیس مقابلوں کا زور سارا اِدھر ہی ٹوٹتا رہا۔ میڈیا، پرنٹ و الیکٹرونک ہاتھ دھو کر انہی کے پیچھے رہا۔ دبی دبی سرسراہٹیں ایم کیو ایم کے حوالے سے اٹھتی رہیں مگر جمہوریت کی بقا کے غم نے مہر بلب رکھا۔ اب جمہوریت کا یہ تابناک چہرہ سامنے آیا ہے کہ نیٹو کنٹینروں کا اسلحہ لٹ لٹ کر نائن زیرو میں اکٹھا ہوتا رہا۔ اگر اس کا عُشرِ عشیر بھی کسی مدرسے سے برآمد ہوتا یا یوں ملزمان قطار اندر قطار مدرسے سے برآمد ہوتے تو کیا طوفان کھڑا ہوتا۔ دنیا بھر میں کیسی کیسی تہلکہ خیز خبریں نہ لگتیں!

جمہوریت کے رخِ روشن سے اسی دوران ایک اور نقاب بھی سرکا ہے۔ عوام کے نمائندے، ہماری فلاح و بہبود کے ٹھیکے دار، قوم کا مکھن ملاحظہ ہو۔ سینیٹ کی 22 قائمہ کمیٹیوں کے سابق چیئرمین قیمتی گاڑیاں ساتھ لے گئے ہیں (جھونگے میں!)۔ بڑے بڑے نامی گرامی سیاست دان ہیں یہ سب۔ ایسی کسمپرسی بھی نہ تھی کہ بیچارے بے کار تھے لہٰذا کار لے اڑے قوم کے بہی خواہ۔ امانت و دیانت کے 62، 63 والے نمائندگان! ہم نے شریعت مانگنے والوں کی زبان گدی سے کھینچ لی۔ مولوی اور اسلام کا مقام ہم مسجد، نکاح، طلاق، جنازے سے آگے نہیں جانتے۔ لیکن اصل معاملہ کچھ اور ہے۔ عوام الناس کو 68 سال ہم نے اس نظامِ تعلیم پر پالا پوسا ہے کہ وہ اپنی شناخت، تاریخ سے بالکل بے بہرہ، مغرب کے بدترین ذہنی غلام بن چکے ہیں۔ ورنہ قوم کے اس مکھن کی اخلاقی گراوٹ کی خبر پڑھ کر فوراً ہی ذہن میں وہ دن تازہ ہو گیا جب دنیا کو اسوۂ حکمرانی عطا کرنے والی ہستی ﷺ عوام کے درمیان کھڑی تھی۔ فتوحات (جہاد فی سبیل اللہ سے پُر دس مدنی سال) کے نتیجے میں پورے جزیرہ نمائے عرب پر اسلام حکمران تھا۔ میدانِ عرفات میں نبی ﷺ تاریخی خطبہ ارشاد فرما رہے تھے جو رہتی دنیا تک کے لیے شاندار منشورِ انسانیت تھا۔ اس کے ذریعے جاہلیت کے جھوٹے فخر و غرور، تقسیمِ انسانیت کے جاہلانہ معیارات کو آپ ﷺ نے اپنے مبارک قدموں تلے دفن کر دیا۔ تقویٰ، خدا خوفی میں گندھے کردار کو شرف کا واحد معیار قرار دیا۔ معیشت کی جونک، سود کو باطل قرار دیا۔ عورت کو عزت، عظمت اور اسلام کا شرف و احترام عطا کیا۔ قتل و غارت گری کے دروازے بند کیے۔ غلاموں (معاشرے کے کمزور دبے پسے طبقات) کے حقوق کا تعین فرمایا اور کتاب اللہ کو مضبوط پکڑنے کی تاکید فرمائی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے، دائیں بائیں جہاں تک نظر کام کرتی تھی انسانوں کا ایک جنگل پھیلا نظر آتا تھا۔ (سر ہی سر)۔ نہایت حیرت انگیز بات اور عبرت خیز منظر یہ تھا کہ شہنشاہِ عالم ﷺ جس وقت لاکھوں آدمیوں کے مجمع میں فرمانِ ربانی کا اعلان کر رہے تھے۔ آپ ﷺ کے تحت شہنشاہی کا مسند و بالیں (کجاوہ و عرق گیر اونٹنی کا) ایک روپے سے زیادہ قیمت کا نہ تھا!

اس تاریخی خطبے کے ختم ہوتے ہی یہ آیت نازل ہو گئی۔ جس کے مخاطب قیامت تک کے مسلمان (اور انسان) ہیں۔ ہم اور آپ بھی۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین (مکمل نظامِ زندگی، طرزِ حکمرانی، اقتدار غلبہ) مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا۔ (المائدہ:3) آج ہم نے سب سے زیادہ خسارہ طرزِ حکمرانی سے اسلام کو خارج کر کے اٹھایا ہے۔ شریعت زندگی کے ہر دائرے میں آسانی، کشادگی عطا کرتی ہے۔ تصنع سے پاک اجلی ستھری تہذیب لے کر آتی ہے۔ عوام الناس کو حد درجے لاڈلا اور حقوق یافتہ بناتی ہے۔ حکمرانوں کو دنیاوی و اُخروی احتساب میں جکڑتی ہے۔ لہٰذا ہماری تاریخ میں کرسی پر بیٹھنے والا متقی روتا ہوا بیٹھا اور لرزتا ہوا اترا۔ 40 سالہ خلافتِ راشدہ کے نقوش مسلم نفسیات میں گہرے ثبت ہوئے۔ ہمارے بدترین حکمران بھی 1923ء تک نفاذِ شریعت سے انحراف کی جرأت نہ کر سکے۔ المیہ یہ ہے کہ آج ہم جمہوریت کے نام پر بدترین بادشاہی کی لوٹ کھسوٹ اور رعایا کی کسمپرسی کے دور سے گزر رہے ہیں۔ شان و شوکت میں ایرانی سلاطین کی نقالی کرنے والے! تعیشات، آرائش و زیبائش میں باریکیاں، نزاکتیں دکھانے میں بے مثل۔ چند روزہ زندگی میں لباس اتنے بیش قیمت کہ جس سے بستی کی پرورش کی جا سکے! یزدگرد فرار ہوا تو بھاگتے ہوئے 1000 باورچی اور 1000 گویے لے کر فرار ہوا۔ شہر در شہر رسوا ہو کر بالآخر وطن سے دور جا مرا۔ سدا بہار پھولوں کی سیج اور سونے چاندی میں کھیلتے، دودھ گلاب میں نہاتے، گھوڑوں کی نعلوں میں جواہرات جڑتے اب کہاں ہیں؟...... ہرمزان شکست کھا کر سیدنا عمرؓ کے سامنے پیش ہوا۔ پینے کو پیالہ دیا گیا۔ کہنے لگا...... پیاسا مر جاؤں گا اس موٹے بھدے پیالے میں پانی نہیں پیوں گا! وہ سب کہاں ہیں؟ کتنے ہی باغ اور چشمے اور کھیت اور شاندار محل تھے جو وہ چھوڑ گئے۔ کتنے ہی عیش کے سروسامان، جن میں وہ مزے کر رہے تھے ان کے پیچھے دھرے رہ گئے۔ یہ ہوا ان کا انجام اور ہم نے دوسروں کو ان چیزوں کا وارث بنا دیا۔ پھر نہ آسمان ان پر رویا نہ زمین اور ذرا سی مہلت بھی ان کو نہ دی گئی۔ (الدخان:25 تا 29) روم و ایران کی سلطنتوں کو مٹا کر اسلام سادگی، بے تکلفی اور آسان زندگی کی نعمتیں لے کر آیا۔ عوام کے قدموں تلے خوشحالیوں، عدل و انصاف نے ڈیرے ڈال دیئے۔

آج امتِ مسلمہ اسلام سے منہ موڑ کر ہر سطح پر گرفتارِ بلا ہے۔ پوری مسلم دنیا تیسری عالمی جنگ کے مہیب سائے تلے سسک رہی ہے۔ عالم اسلام کی فضاؤں پر بمبار طیارے مسلط ہیں۔ افریقہ میں نائیجیریا، لیبیا، مالی، صومالیہ تا مشرقِ وسطیٰ، فاٹا، افغانستان مسلسل بمباریوں کی زد میں ہیں۔ امریکی ڈرون اور مسلم ممالک کی فضائیہ کے پروں کے نیچے نہ ہندو نہ عیسائی نہ یہودی نہ خون آشام برما کے بدھ۔ بہتا لہو مسلمان مردوں، عورتوں بچوں کا ہے۔ شریعت اور اسلام سے بچتے بچاتے ہم کفر کے ساتھی بن کر گھمبیر جنگوں کا تر نوالہ بن چکے ہیں۔ مغربی ممالک پر امن کی فاختائیں چہچہاتی پھرتی ہیں۔ مسلم دنیا کو عاقبت نا اندیش، غلام پیشہ حکمرانوں نے کھنڈرات میں بدل دیا ہے۔ امریکہ کا مسلط کردہ تیل (باقی صفحہ 12 پر)

دعوتِ دین

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی

آج دُنیا میں ایک قیامت برپا ہے۔ ہر طرف ناانصافی ہے۔ ظلم و جور ہے۔ کہیں سکون نہیں۔ کوئی عافیت کی جگہ نہیں۔ جانتے ہو کہ یہ فسادِ عظیم کیوں برپا ہوا؟ یہ جو انسان درندہ بن گیا ہے اور انسانیت انگاروں پر لوٹ رہی ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ صرف ایک ہے، اور وہ یہ کہ انسان نے اپنے مالک کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا نہ کیا۔ احسان مندی کا حق ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ جس نے زمین کو بچھایا اور آسمان کو بلند کیا، وہ جو صبح و شام کا مالک ہے، جس نے کائنات کو انسان کی خدمت میں لگا دیا، زمین اس کے لیے رزق اُگلتی ہے، آسمان بارش برساتا ہے، ہواؤں سے اسے ٹھنڈک ملتی ہے، سورج گرمی پہنچانے کے لیے موجود ہے، مکان سکون حاصل کرنے کا ٹھکانا ہے، گھر والوں سے دل بہلتا ہے، دولت کام بنانے کے لیے حاضر ہے، یہ سب کچھ جس کی کارفرمائی ہے اس کے ساتھ انسان نے احسان فراموشی کا رویہ اختیار کیا۔ وہ ہدایت، وہ رہنمائی جو اس کی طرف سے ملی تھی یکسر فراموش کر ڈالی۔ یہ اسی طرزِ عمل کا نتیجہ ہے کہ زندگیاں تلخ ہیں۔ آبرو باقی نہیں رہی۔ انصاف کا جنازہ اُٹھ چکا ہے۔ ہر جگہ ایک بےکلی ہے۔ بےچینی ہے۔ حسرت و یاس ہے۔ اور سب سے بڑا غضب تو یہ ہے کہ یہ مسلمان اُمت جس کو پروردگار نے اس لیے پیدا کیا تھا کہ وہ خیر کی داعی بنے، برائی سے لوگوں کو روکے اور اللہ کے رنگ میں رنگ کر یکسو ہو جائے وہ بھی اپنے مالک کو بھول چکی ہے۔ ان کا حال یہ ہو گیا ہے کہ آج ہر جگہ اللہ کے باغی، اس کے نبیؐ کی سنت کو پس پشت ڈالنے والے، آخرت سے بےپرواہ اور دُنیا پر مگن ہیں۔ اب جب اس اُمت کا یہ حال ہو جائے جو خیر کے ذمہ دار بنائے گئے تھے، پھر دنیا کی بربادی پر تعجب کیوں ہو؟ آج یہ اللہ کی کتاب کے حامل، یہ ایمان دار کہلائے جانے والے جو کبھی سرفراز و سُرخ رو تھے، کامران و سربلند تھے، ایک ایک خطہ میں مغلوب ہیں۔ ان کی آبروئیں پامال کی جاتی ہیں۔ ان کی بستیاں اُجڑتی ہیں۔ ان کے نونہالوں کو چھیدا جاتا ہے۔ ان کے گھروں کو آگ لگائی جاتی ہے۔ وہ سرگرداں ہیں۔ حیران و پریشان ہیں۔ کہاں جائیں، کیا کریں۔ زمین ان کا بار اُٹھانے سے انکاری ہے اور آسمان ان پر سایہ کرنے سے گریزاں نظر آتا ہے۔ وہ جو کبھی امام تھے، آج مقتدی بننے کے لائق نہیں۔ جو اللہ کو ایک مان لینے اور اس کے آخری نبیؐ کی سنت کو اختیار کر لینے کے بعد جہانبانی کے منصب پر فائز کیے گئے تھے، غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے کراہ رہے ہیں لیکن خلاصی کی کوئی راہ نہیں پاتے۔ ہمت میں پست ہیں۔ ذہن پریشان، خون کی گرمی و حرارت باقی نہیں رہی۔ اپنی ذلت اور رُسوائی پر، اپنی خرابی اور خستگی پر کڑھتے تو ہیں مگر مجبور ہیں۔

دُنیا کہتی ہے کہ وہ جو اسلام تھا، مٹ چکا۔ قومیں اُٹھتی ہیں اور برباد ہو جاتی ہیں۔ نظریات وجود میں آتے ہیں اور موت کی نیند سو جایا کرتے ہیں۔ وہی عام قاعدہ اسلام پر بھی حق ثابت ہوا اور یہ مسلمان جو کسی زمانے میں اُبھرے تھے، ان کو بھی اسی سطح پر آنا پڑا جو اوروں کے لیے مقدر ہے۔ اور ایسا کیوں نہ کہیں جب پوری اُمت کا حال یہ ہے کہ اس کی زندگی اسلام سے دُور اور ہر اس چیز سے قریب ہے جس کی جھوٹی چمک دمک اس کی آنکھوں کو خیرہ کر دے۔ کیسے یہ آواز نہ اُٹھے کہ اُمتِ مسلمہ نام کی کوئی قابلِ ذکر اُمت اب پائی نہیں جاتی۔ جب خود اس اُمت کے فرزند اپنے دین سے بیگانہ اور دین ان کے لیے اجنبی بن گیا ہو۔ گویا وہ زمانہ آ گیا جس کے متعلق کہا گیا تھا۔

((بَدَاَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَ سَیَعُوْدُ کَمَا بَدَا فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ)) (رواہ مسلم)

یعنی یہ اسلام جب آیا تھا اجنبی تھا، کوئی اس کو پہچاننے پر راضی اور اس کی طرف التفات کرنے کو تیار نہ تھا۔ پھر یہ طاقت والا بنا۔ لوگ اس کی طرف بڑھے۔ اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس کو قبول کرنے میں عزت محسوس کی۔ اس کے ساتھ روابط پر فخر کرنے والے بنے۔ لیکن ایک وقت پھر آنے والا ہے، جب اللہ کے بندوں کے درمیان پھر اسلام غریب بن جائے گا۔ اجنبی نظر آئے گا۔ کوئی اس کی طرف التفات کرنا گوارا نہ کرے گا۔ کوئی اُس کو اپنانے کے لیے تیار نہ ہو گا۔ اس سے اپنے کو منسوب کرنے سے شرمائے گا۔ اس وقت بہت تھوڑے لوگ اس اسلام کو مل سکیں گے جو اس کی غربت میں اس کی اجنبیت کے باوجود اس کو قبول اور اختیار کریں گے۔ اور یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے متعلق زبانِ نبوتؐ کہتی ہے: فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ یعنی مبارک باد ان لوگوں کے لیے جو اس زمانے میں اسلام کے لیے اجنبی بن جانے والے ہوں گے۔ تم دیکھو گے کہ ((وَھُمُ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَآ اَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِیْ مِنْ سُنَّتِیْ)) (رواہ الترمذی) یہ غرباء وہ ہیں کہ میری سنت میں لوگوں نے جو فساد میرے بعد ڈال دیا ہو گا اس کو دُور کرنے اور پھر سے اس کو اپنی اصلی شکل میں لانے کی کوشش کریں گے۔ یہی صحیح معنوں میں اللہ کو محبوب ہوں گے اور ان کا عمل اس کی بارگاہ میں قابلِ قبول ٹھہرے گا۔

کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ وہی زمانہ ہمارے سامنے آ موجود ہوا؟ وہی اسلام کی غربت ہے۔ وہی چند غرباء ہیں جو اس حال میں بھی دین سے اپنے آپ کو چمٹائے ہوئے ہیں۔ اور زمانہ ہے کہ دین کے نام تک سے گریزاں ہے۔ اب ایسی حالت میں جب معاملات یوں تلپٹ ہو جائیں اور جب انسانیت کی مت یوں ماری جائے، کیا کرنا ہے؟ کیا یہ کہہ دیں کہ جو ہونا تھا ہو چکا، جو بیتنی تھی بیت چکی، اب زمانے کی گاڑی کو پیچھے کی طرف واپس موڑنا ممکن نہیں ہے۔ جس بربادی کے گڑھے کی طرف انسانیت کا قافلہ بڑھتا چلا جا رہا ہے، اس میں گر کر رہے گا۔ اب روکنے کی کوششیں بےکار ہیں۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے اور حالات مجبور کر رہے ہیں کہ یہی کہا جائے۔ لیکن کیا ایمان اس پر راضی ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی مسلمان مسلمان رہتے ہوئے بھی اس بات کو گوارا کر سکتا ہے کہ اسلام پر کسمپرسی کا عالم طاری رہے؟ اللہ کا دین دُنیا میں مغلوب ہو جائے؟ پروردگار کے احکام کی کوئی قیمت نہ اُٹھے؟ شیطان اپنا تخت بچھائے دندناتا رہے؟ طاغوت کے جھنڈے بلند رہیں؟ سیاہ اندھیرے انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لے لیں؟ کیا کوئی کلمہ گو اس حالت کو برداشت کر سکتا ہے؟ کیا مسلمان پر لازم نہیں ہے کہ اس کا دل اس کے سینے میں لرز جائے، اس کی آنکھیں بہہ پڑیں اور وہ خون کے آنسو روئے۔ اس کے قویٰ میں جنبش اور اس کے جذبات میں تلاطم برپا ہو جائے۔ کیا جو ایمان اس چیز کو دیکھنے کے بعد بھی خاموش رہے، ایمان کہلائے جانا کا مستحق ہے؟ اس

ذات کی قسم جس نے زمین کو بچھایا اور آسمان کو بلند کیا ہے، یہ ایمان پروردگار کی بارگاہ میں ناقابل اعتبار، قابل رد ہے۔ مردود ہے وہ ایمان جو یہ سب کچھ ہوتے دیکھے اور اس کے بعد خاموش تماشائی بنا رہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ کیا کیا جائے۔ کیا کریں حالات قابو سے باہر ہیں۔ قوتیں جواب دے چکی ہیں۔ جرأتیں ہیں کہ ان میں کوئی دم باقی نہیں رہا۔ کیا چیز ہے جس کو لے کر اُٹھیں۔ پوچھتے ہیں کہ تم ہی بتاؤ تم کیا لائے ہو۔ کس چیز کو پیش کرتے ہو۔ حالات یہ ہیں۔ اس وقت کیا کرو گے، کس طرح سے اس بربادی کو دُور کرنے کا ارادہ ہے۔ اس رُسوائی سے امت کو کیسے نکالو گے۔ تمہارے پاس کوئی تدبیر ہو تو پیش کرو۔ ہمارا جواب ایک ہے، خالص ایک جواب اور وہ یہ کہ جس طرح ہمیں ایک مالک کی ذات پر یقین ہے، جس طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی برحق محمد عربی ﷺ اس کے آخری نبی ہیں اور جیسے ہم یقین رکھتے ہیں کہ ایک دن ہمیں مرنا ہے، اور مرنے کے بعد اُٹھنا ہے اور پھر اُٹھ کر بارگاہ الٰہی میں پیش ہونا ہے اسی طرح ہم کو یہ بھی یقین ہے کہ یہ دین وقتی اور ہنگامی دین نہیں ہے۔ یہ صرف چودہ سو برس پہلے ہی خیر و برکت کا منبع نہیں تھا بلکہ قیامت تک کے لیے اس میں سب کچھ ہے۔ یہی ایک خزانہ ہے، جہاں سے سب کچھ مل سکتا ہے۔ وہ مالک جس نے مسلمان کو مسلمان بنایا ہے، جس نے اس کے لیے کتاب نازل فرمائی، اپنے آخری نبیؐ کو مبعوث کیا وہ کہتا ہے کہ اگر تم صحیح معنوں میں مومن بن جاؤ، اللہ پر تمہارا یقین پختہ ہو جائے تو تم ہی سربلند ہو گے، تم ہی کامران بنو گے، سرفرازی تمہارے قدم چومے گی، تاجداری کے حقدار تم ہو گے، دنیا اور آخرت کی برکتیں تم پر نچھاور کی جائیں گی۔ شرط ایک ہے، اور وہ یہ کہ صحیح معنوں میں مومن بن جاؤ۔ ﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○﴾ (آل عمران: 139) ”اور تم ہی سربلند ہو گے اگر تم مومن بن جاؤ“ یہی ایک نسخہ کیمیا ہے۔ یہی ساری بیماریوں کا علاج اور یہی ساری مصیبتوں کا ایک حل ہے۔

لیکن مومن وہ نہیں جو صرف زبان سے کہہ دے کہ آمَنْتُ بِاللّٰہِ (میں اللہ پر ایمان لے آیا) اور جس کو وراثت میں اسلام ملا ہو۔ مالک فرماتا ہے کہ ہمارے یہاں یہ ایمان معتبر نہیں۔ ہمارا وعدہ اس ایمان سے نہیں ہے کہ ہم اس پر خیر و برکت کے خزانے نچھاور کریں گے۔ ہمارے یہاں تو صرف اس ایمان کی قدر ہے جو ایمان ہونے کا حق ادا کر دے۔

فرمایا گیا کہ ایمان، ایمان کی رٹ لگائے ہوئے ہو، ایمان والا بننا کوئی معمولی بات ہے۔ مومن تو صرف وہی لوگ ہیں جن کی کیفیت یہ ہو کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ۔ وہ اللہ پر پختہ یقین رکھیں۔ یہ یقین کہ وہی ایک مالک ہے۔ انسانیت کا وہی خالق ہے۔ وہی زندگی اور موت پر قادر ہے۔ اسی کو نفع و نقصان کا اختیار ہے۔ اسی کی خوشی سے سب کچھ ہو گا۔ وہ ناراض ہو جائے تو کسی کی خوشی کچھ کام نہیں آسکتی۔ وہی ہے جس نے زمین کو بچھایا اور آسمان کو بلند کیا ہے۔ ہواؤں کو وہی چلاتا ہے۔ بارش برسانے والا وہ ہے۔ چاند و سورج کو، کواکب اور ستاروں کو اسی نے کام میں لگا رکھا ہے۔ وہ اکیلا پروردگار ہے، اس کی خدائی میں کوئی شریک نہیں۔ سارے اس کے بندے، اس کے دست نگر ہیں۔ وہ بے ہمتا ہے۔ لاشریک ہے۔ بڑے سے بڑا نبی، معزز سے معزز فرشتہ اور بلند سے بلند رُتبے والا ولی اس کا غلام ہے۔ اس کے حکم کا پابند اور اس کی رضا کی طلب کا حریص ہے۔

وہی اس لائق ہے کہ اس کا حکم مانا جائے۔ اس کے آگے سجدہ ریزی کی جائے۔ اسی سے اُمیدیں وابستہ کی جائیں۔ اسی سے خوف کھایا جائے۔ جن کے ایمان کا یہ عالم ہو جائے کہ وہ سب سے پہلے غیر اللہ کا انکار کریں، اور اللہ کے اقرار پر ان کا یقین جم جائے، مالک فرماتا ہے کہ وہ صحیح معنوں میں مومن ہیں اور ان کا ایمان اللہ کے یہاں معتبر ہے۔

دوسری صفت مومنوں کی اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے کہ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ کہ اللہ پر ایمان لائیں اور اس کے آخری نبیؐ پر ان کا یقین جم جائے۔ یہی وہ نبی ہیں کہ جب سے نبوت پر فائز ہوئے ہیں اُس روز سے لے کر صور کے پھونکے جانے تک کوئی اور قانون آنے والا نہیں ہے۔ انہی کا دیا ہوا قانون، قانون ہو گا۔ انہی کی بات، بات رہے گی۔ جو اُسوہ چھوڑ گئے ہیں اسی کی پیروی لازم ہے۔ نبی ﷺ نے جو طریقہ دے دیا ہے وہی حق اور قائم رہنے والا ہے۔ وہی اللہ کو پسند ہے۔ اس سے سرمو انحراف اور اس میں معمولی سی معمولی تبدیلی ممکن نہیں کیونکہ مالک خود فرماتا ہے: ﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾ (الحشر: 7) ”جو کچھ بھی تمہیں رسول دے دیں اسے قبول کر لو اور جس چیز سے روک دیں، اس سے رُک جاؤ“

اس طرح سے مومن صحیح معنوں میں وہ ہے جس کا ظاہر و باطن ایک ہو۔ جس چیز کو حق جانتا ہو، اس پر عمل کر کے اس کے حق ہونے کی گواہی دے اور اگر کوئی بات اپنے اندر ایسی پائے جو ایمان کے ساتھ میل نہیں کھاتی تو اس پر لازم ہے کہ ہمت کے ساتھ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ یہ ایمان نہیں ہے کہ کسی بات کو ناحق جانتے ہوئے صرف اس وجہ سے قبول کر لے کہ دُنیا کا چلن یہی ہے۔ مومن تو زبان سے اس بات کو رد کرے گا۔ عمل سے اس کی مخالفت میں زور لگائے گا۔ اپنے جیتے جی اس کو ماننے پر ہرگز تیار نہ ہو گا۔ چاہے کم نظر دُنیاداروں کی نگاہ میں اس کا اور اس کی اولاد کا مستقبل تاریک ہوتا ہی کیوں نہ نظر آئے۔ مومن تو اس کی مخالفت میں چوٹ کھانا اپنی کامیابی سمجھے گا۔ اللہ سے اس کی توفیق کے لیے دُعا کرے گا۔

ایمان کی ان دو شرطوں کے بعد تیسری شرط اللہ تعالیٰ نے یہ لگائی ہے کہ

﴿وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○﴾ (سورۃ الحجرات: 15)

مومن تو صرف وہ ہیں جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر ایمان لانے کے بعد اپنے ایمان کو شک و شبہ سے بالاتر کر لیں، اور پھر اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ اللہ کے کلمہ کو سربلند کرنے کے لیے، اس کے دین کو دنیا میں قائم اور ثابت کرنے کے لیے اپنا مال نچھاور کریں۔ اپنی جانوں تک کو پیش کر ڈالیں۔ یعنی یہ لوگ نچلے بیٹھنے والے نہیں ہیں۔ جس چیز کو انہوں نے حق پایا ہے اور جس کو خود اختیار کر چکے ہیں اسی کو قائم کرنے، اسی کو سرفراز اور اسی کو جاری کرنے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں گے۔ ان کی کوشش یہ ہو گی کہ جس اعتقاد اور عمل نے ان کی کایا پلٹ دی ہے وہ ساری دنیا کے ساتھ یہی سلوک کرے، پھر یہ اپنی زبانیں اسی کوشش میں صرف کریں گے۔ ان کے قلم کی جنبش اس کے لئے وقف ہو گی، اور جس جس چیز کا ان سے مطالبہ ہوتا جائے گا، اس کو پیش کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ کے فضل و کرم سے اگر یہ نوبت آجائے کہ میدان قتال میں اللہ کے دشمنوں سے دو بدو ہونا پڑے تو خم ٹھونک کر ان کے مقابل ہوں گے اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے گا اور اس کے وعدہ کے مطابق یہ فیصلہ ان ہی کے حق میں ہو گا۔ یہ نقشہ پروردگار عالم ان سچے مومنوں کا پیش کرتا ہے جن کا ایمان اللہ کے یہاں معتبر، پروردگار کی بارگاہ میں قبول اور جس کے بدلے میں مالک کی جنتیں ان انتظار کر رہی ہیں۔

صرف یہی لوگ اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہیں۔ انہی مومنوں سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ دنیا میں ان کی کمزوری کو زور و قوت سے، ان کی ذلت کو عزت و سرفرازی سے بدل

دے گا اور ان کے ذریعہ کائنات کے معاملات کو سنوارے گا۔ یہ دنیا میں اس کی رحمت کے مستحق، اس کی نصرت کے حقدار اور آخرت میں اس کے قرب سے سرفراز اور اس کی جنتوں کی سرمدی بادشاہتیں ان کے لیے وقف ہوں گی۔ یہ آیت ہماری دعوت کا محور ہے۔ ہم اللہ کے بندوں کے سامنے یہی ایک بات رکھتے ہیں کہ اس کائنات کا مالک ایک پروردگار، ایک اللہ ہے۔ اسی نے آسمان کو بنایا اور زمین کو بچھایا ہے، اسی کے ہاتھ میں نفع ونقصان ہے، دینا اور روک رکھنا ہے، کسی اور کے پاس کچھ ہے ہی نہیں جو کسی کو دے سکے۔ سب اس کے بندے اس کی مخلوق ہیں، اس لیے صرف ایک مالک کے بندے اور غلام بنو۔

﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ م بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ج لَا انْفِصَامَ لَهَا ط﴾ (البقرۃ:256)

یعنی جس نے طاغوت سے کفر کیا اور اللہ پر ایمان لایا، تو اس نے ایسا پائیدار حلقہ پکڑ لیا جو کبھی نہ ٹوٹے گا۔ ایمان باللہ کی اولین شرط یہ ہے کہ طاغوت سے کفر کیا جائے۔ یہ کر لیا گیا تو ایمان معتبر اور اسلام قابل قبول ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم اللہ کے بندوں کو اس بات کی طرف بلاتے ہیں کہ وہ آخری نبی محمد ﷺ کو دل سے اپنا آخری نبی مان لیں۔ زبان سے اس کی گواہی دیں اور اعمال سے اس کا ثبوت بہم پہنچائیں۔ مان لیں کہ قیامت تک ان کی شریعت اللہ کا قانون ہے، ان کی ہر بات حق ہے اور اس کی پیروی لازم ہے، چاہے وہ عقیدہ و خیال و معاملہ ہو، یا عبادات واعمال کا، تہذیب وتمدن سے متعلق ہو یا سیاست و معاشرت سے، داڑھی کے بڑھانے اور ازار کو اونچا کرنے کا مسئلہ ہو یا صلح و جنگ اور بین الاقوامی تعلقات کا۔ ہمارے لئے ایک ہی اُسوہ ہے، ایک ہی طریقہ ہے، ایک ہی راہ ہے اور وہ راہ، وہ طریقہ، وہ اُسوہ محمد ابن عبداللہ العربی ﷺ کا اُسوہ ہے ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کی کھلی، بے لاگ، عریاں دعوت دینے کے بعد ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ اس پر ایمان لاؤ، یقین محکم پیدا کرو۔ ایسا یقین جو شک و شبہ سے بالاتر ہو، ایسا یقین کہ تردد اور بے اطمینانی کو اس کے اندر بار پانے کا یارا نہ ہو۔ جو چیز اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت بتائے، اس پر دل جھک جائے، زبان سے اس کا اظہار ہو۔ اور زندگی اسی نقشہ پر استوار کی جائے۔ چاہے ساری دنیا آواز ملا کر اس کے خلاف چیخ و پکار کرے اور کائنات کا ایک ایک ذرہ برسرِ پیکار نظر آئے، پھر بھی حق وہی ہے اور اسی کو حق پہنچتا ہے کہ قبول کیا جائے۔ اور اس کے علاوہ جو بھی ہے وہ باطل ہے، ناقابل قبول ہے، لائق رد ہے۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ لوگو جس دین کی صداقت پر تمہارا دل گواہ ہے۔ جس کلمہ کو تم نے اپنے وجود کی گہرائیوں کے ساتھ قبول کیا، اس کو سربلند کرنے کے لیے جان و مال کی توانائیاں وقف کرو۔ لوگوں کو اس کی طرف بلاؤ۔ جمع ہو کر ایک ایسا گروہ بنو جو اللہ کے لیے اپنا سب کچھ لگانے کے لیے تیار ہو جائے اور پھر اس پر جم جاؤ۔

ہمارا یقین یہ ہے کہ ((لَا يُصْلِحُ اٰخِرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا مَا اَصْلَحَ اَوَّلَهَا)) (امام مالک)

جس طرح اس امت کے پہلوں کی اصلاح ہوئی تھی۔ قیامت تک جب کبھی بھی اصلاح ہوگی۔ اسی طرز پر ہوگی۔ اس کے علاوہ جو کوشش بھی ہوگی، رائیگاں جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ج وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ (آل عمران:164)

پروردگار کا فضل عظیم، احسان بے پایاں ہے کہ اس نے ان ہی میں سے ایک ایسا رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی کتاب پڑھ کر سناتا ہے: ''وَيُزَكِّيْهِمْ'' اور جو ان کی خرابیوں کو دور کرتا ہے۔ ان کے کھوٹ کو نکال کر ان کو سنوارتا ہے۔ اس نقشہ پر استوار کرتا ہے۔ جو اللہ کو محبوب اور اس کا پسندیدہ نقشہ ہے۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

اور ان کو قرآن کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کے معانی، اس کے مطالب، اس کے تقاضے، اس کی باریکیاں واضح کرتا ہے۔ اس انداز سے کہ وہ ان کے دل کی گہرائیوں میں اتر جائیں۔ اور ان کو ''حکمة'' یعنی اپنے اُسوہ، اپنی سنت کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ ''سنت'' کہ ''خیر'' جس کے اندر محدود ہے۔ اور اس کے باہر کہیں خیر کا گزر نہیں۔ ہمارے سامنے بھی یہی ایک تربیت کا طریقہ ہے۔ اس سے ہٹ کر ہمارے پاس کچھ نہیں۔ یہی ہماری ہدایت کا سامان ہے اور ہمارے صاحب سنت کی راہ ہے۔ ہم بھی لوگوں کے سامنے تلاوتِ قرآن کرتے ہیں۔ اس کا مطلب اور مدعا بیان کرتے ہیں۔ اس کو قبول کرنے اور مان لینے اور اس پر عمل کرنے کا جو نیک انجام دنیا اور آخرت میں ہونے والا ہے اس کی بشارت دیتے ہیں، اور نہ قبول کرنے کا جو نتیجہ نکلنے والا ہے اس سے ڈراتے ہیں۔

زبان کے ساتھ ہمارے پیش نظر قلم کی طاقت بھی ہے، اور اسے بھی ہم اللہ کے دین کے معاملے میں پوری طرح استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ عقائد کی صفائی، عبادات کی تعلیم، اخلاق کی درستگی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی بجاآوری کے لئے ہم قلم کو بڑا اور مؤثر ذریعہ سمجھتے ہیں۔ لیکن زبان اور قلم کی ساری کوششیں اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتیں، جب تک عمل کی پشت پناہی انہیں حاصل نہ ہو۔ اس لیے ہمارا مطالبہ اپنے نفسوں سے پہلے اور پھر ہر شخص سے یہ ہے کہ اپنی زندگی کو اسلام کی جیتی جاگتی تصویر بناؤ۔ جس کو تم نے حق مانا ہے، اس کو اپنے عمل سے حق ثابت کر دکھاؤ۔ اور یہ بات صرف اس وقت حاصل ہوسکتی ہے جب زندگی کے ایک ایک معاملے اور اس کی ہر ہر روش پر محمد عربیؐ کی سنت کا خیال ہے۔ ان کا نقشہ، ان ہی کا طریقہ پیش نظر ہو۔

دعوت کو اس طریقے پر پہنچانے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو دین کی صاف، صریح، عریاں اور ٹکسالی دعوت پہنچے۔ اور ہر شخص اپنے اندر ایک خلش، ایک بے چینی محسوس کرے۔ لوگ اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں، اور ان کی ایک ایک خامی ان کے دل میں کانٹے کی چبھن بن کر کھٹکے۔ اور وہ اللہ سے توفیق مانگ کر۔ قرآن اور سنت کی روشنی میں اپنی زندگی کو بدلتے اور اسوۂ نبیؐ کی طرف بڑھتے جائیں۔ یہ ایک لگاتار کوشش ہو جو ایک لامتناہی جدوجہد کا روپ دھار لے اور آخری سانس تک جاری رہے۔

☆☆☆☆

بقیہ: کارِ تریاقی

کی قیمتوں کا بحران اور جنگیں امت کی معیشت کو کھوکھلا کر رہی ہیں۔ فتنۂ دجال اور کس بلا کا نام ہے؟ وہ تو کانا ہوگا ہی۔ یہاں مسلمان (الاماشاء اللہ) کانے ہوئے پڑے دانشوریاں بگھار رہے ہیں۔ امت کا المیہ یہ ہے کہ ہم قرآن کے نور سے محروم ہو کر نگاہ کی محدودیت کے مرض (Tunnel Vision) کا شکار ہو چکے ہیں۔ ہم گویا ایک سرنگ یا پائپ کے دہانے (میڈیا) سے دوسرے سرے تک وہی محدود منظر دیکھ رہے ہیں جو ہمیں دکھایا جا رہا ہے۔ ہر کوئی کہتا ہے بڑی کنفیوژن ہے۔ حالانکہ انتشارِ فکر، شکوک و شبہات تو کفر ونفاق کی بیماریاں ہیں۔ مومن کی فراست سے ڈرو، وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے کا فرمانِ نبوی ﷺ لٹمس ٹیسٹ ہے ایمان کا! مگر اس کی شرط تو رجوع الی اللہ، رجوع الی القرآن ہے جس سے مومنانہ فراست اور جرأت کردار پھوٹتی ہے! نہ رینڈ کارپوریشن کے سے تھنک ٹینک (مسلمان کے لیے فکری سیپٹک ٹینک کا درجہ رکھتے ہیں) نہ وائٹ ہاؤس، نہ ویسٹ پوائنٹ:

علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی!

ممتاز قادری کو سزائے موت......

25 مارچ 2015 کو خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی: جسٹس (ر) میاں نذیر اختر (وکیل ممتاز قادری)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد

سوال: سلمان تاثیر قتل کیس میں اسلام آباد ہائی کورٹ نے ممتاز قادری کی سزائے موت کا فیصلہ برقرار رکھا ہے۔ یہ فیصلہ آئین و قانون کے تقاضے پورے کرتا ہے یا اس میں کوئی سُقم موجود ہے؟

میاں نذیر اختر: اس کا تفصیلی جواب دینا تو ممکن نہیں، کیونکہ وہ ساری باریکیاں اور جو سقم ہم سمجھتے ہیں وہ سپریم کورٹ میں ہم نے پیش کرنے ہیں۔ لہٰذا فی الحال اس کا افشا مضر ہوگا اپیل کی تیاری شروع ہے۔ اس فیصلے میں ایک بات بہت اچھی ہے کہ دہشت گردی کی دفعہ سے ممتاز قادری کو بری کر دیا گیا ہے۔

سوال: لیکن سزائے موت تو برقرار ہے۔ تو ریلیف کیا ملا؟

میاں نذیر اختر: ریلیف اس حد تک تو یقیناً ہے کہ اب اس کو کوئی دہشت گرد نہیں کہہ سکتا۔ اب اس کی تعریف میں کوئی جتنے اچھے جملے بولے، اسے عاشق رسولؐ کہیں، اسے مجاہد اعظم کہیں، تو اس پر کوئی نیا پرچہ نہیں بنے گا ورنہ تو موجودہ قانون میں دہشت گردی کی کسی دفعہ میں سزا پانے والے شخص کو glorify کرنا بھی ایک جرم بنا دیا گیا ہے۔ اس حد تک تو ریلیف ہے۔ سزائے موت دفعہ 302 کے تحت قائم رکھی گئی ہے۔ اس کو چیلنج کرنے کے لیے ہم نے عدالت میں تقریباً 20 کے قریب اہم نکات اُٹھائے تھے۔ اس فیصلے میں ہمارے پورے دلائل بھی درج نہیں ہیں جبکہ کچھ دلائل جس انداز میں ہم نے پیش کیے وہ اس طرح سے تحریر بھی نہیں ہوئے۔ ہم یہ باتیں سپریم کورٹ میں ہائی لائٹ کریں گے۔ یہ فیصلہ بعض شرعی تقاضے پورے نہیں کر رہا۔ سرکار ﷺ کی حیات پاک میں ایک درجن کے قریب ایسے واقعات ہوئے جس میں صحابہ کرامؓ نے از خود کارروائی کر کے کسی شاتم رسولؐ کو مار دیا۔ جب وہ معاملات سرکار ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیے گئے تو آپؐ نے مارنے والے کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا جبکہ مقتول کی طرف سے قصاص یا دیت کے مطالبے کو آپؐ نے ردّ فرمایا اور کہا کہ مرنے والے یا مرنے والی کا خون ہدر ہے۔ ہمارا نقطہ نظر یہ تھا کہ حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ مختلف جہتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہیں پر یہ ایک مثالی تاجر کی حیثیت میں سامنے آتا ہے، کہیں ایک مثالی شوہر کی صورت میں، کہیں ایک مثالی حاکم وقت کی صورت میں، کہیں مثالی کمانڈر انچیف کی صورت میں، کہیں مثالی جج کی حیثیت میں۔ ان سب جہتوں میں آپ ﷺ کے جو فیصلے ہیں، ان سے سنت پاک کا تعین ہوتا ہے۔ کورٹ کے فیصلے میں لکھا گیا ہے کہ آپ ﷺ اس وقت حاکم بھی تھے، چیف ایگزیکٹو بھی تھے، چیف جسٹس بھی تھے۔ گویا ان کو یہ حق حاصل تھا تو انہوں نے اس کی توثیق کر دی۔ اس سے مفہوم یہ مترشح ہوتا ہے گویا یہ

مرتب: محمد خلیق

آپ ﷺ کی سنت نہیں ہے کہ بعد میں لاگو ہو۔ یہ بڑی حیران کن بات ہے۔

سوال: یہ تشریح قابل قبول نہیں ہے؟

میاں نذیر اختر: یہ قابل قبول نہیں ہے۔ اس حوالے سے یہ معاملہ ہم سپریم کورٹ میں اٹھائیں گے۔

سوال: قائداعظم جیسا نامی گرامی وکیل بھی غازی علم دین شہید کو نہیں بچا سکا تھا۔ آپ ممتاز قادری کو موت کے پھندے سے بچانے کے لیے کیسے پُر امید ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: غازی علم دین شہید کے وقت غیر مسلم حکمران برصغیر پر مسلط تھے۔ یہاں انگریزوں کا نظام حکومت اور نظام عدالت چل رہا تھا، جس کے تحت انہیں سزا دی گئی۔ اب وہ حالات نہیں ہیں۔ میں ایک عام آدمی کی حیثیت سے دیکھتا ہوں کہ جب ہمارے آئین میں یہ لکھا ہے کہ

No Legislation will be done repugnant to Quran and Sunnah

تو منطقی طور پر ایسے تمام قوانین جو شریعت سے متصادم ہیں وہ خود بخود ختم ہو جانے چاہئیں۔

سوال: شریعت سے متصادم قوانین ختم ہونے چاہئیں، لیکن عدلیہ کی موجودگی میں کسی مجرم کو از خود سزا دینا کیسا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ایک صورتِ حال یہ ہے کہ کوئی اسلامی ریاست قائم ہو اور اس میں یہ قانون موجود ہو اور اس پر عمل درآمد بھی ہو رہا ہو۔ اگرچہ ہمارے ہاں بھی 295-C تو ہے لیکن اس پر عمل درآمد ہونے کے حوالے سے عوام بالکل مایوس ہیں۔ جب یہ صورت حال ہو تو عوام کو اپنے جذبات پر کنٹرول نہیں رہتا، اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات کو کسی عام شخص کی ذات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ آپ ﷺ کو ایک خاص استثنا حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ ان سے زیادہ بڑھ کے اونچی آواز سے مت بولنا، تمہارے تمام اعمال ہی حبط ہو جائیں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کا اِستہزا کرنے

> **یہ امر خوش آئند ہے کہ ممتاز قادری کو دہشت گردی کی دفعات سے بری کر دیا گیا ہے**

والوں سے میں خود بدلہ لوں گا۔ لہٰذا کس طرح ایک عام قانون ان پر لاگو ہو سکتا ہے۔ پھر یہ کہ جب ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کی پابندی کی جائے گی تو جب ایک درجن کے قریب ایسے واقعات نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں ہوئے اور آپؐ نے اس خون کو رائیگاں قرار دے دیا تو ہمیں رہنمائی وہاں سے لینی ہے۔ اگر 295-C کا اطلاق مکمل طور پر ہو چکا ہوتا، ہر شاتم رسولؐ کو سزا ملی ہوتی تو یہ کبھی نہ ہوتا۔

سوال: جسٹس صاحب کیا واقعتاً 295-C کے تحت کسی مجرم کو سزا نہیں ملی؟

میاں نذیر اختر: آسیہ مسیح کو 295-C کے تحت سزائے موت ہوئی ہے اور ہائی کورٹ میں اس کی اپیل خارج ہو چکی ہے، لیکن ابھی execution کا مرحلہ نہیں آیا۔ ایسا اس وقت ہوگا جب سپریم کورٹ میں بھی اس کی اپیل خارج ہو جاتی ہے۔

سوال: یہ واحد کیس ہے آپ کے خیال میں؟

میاں نذیر اختر: اور ابھی متعدد کیسز ہیں۔ میرا خیال ہے دس کے قریب کیسز میں نچلی عدالت میں سزائے موت ہوئی۔ چند ایک کی اپیل ہائی کورٹ سے خارج ہو گئی ہے۔ execution کا مرحلہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد آتا ہے۔ لیکن مرزا ایوب بیگ صاحب نے بڑی خوبصورت بات کی ہے کہ اگر ریاست خود فوراً کارروائی کرے تو پھر کسی

کو قانون ہاتھ میں لینے کی نوبت ہی نہ آئے۔ اسلامی ریاست میں دونوں صورتیں ممکن ہیں۔ حضور ﷺ کی سنت پاک کی روشنی میں اگر کوئی ازخود بھی مار دیتا ہے، سٹیٹ کی کارروائی سے پہلے، تو اس کو سزائے موت نہیں دی جاتی۔ ہائی کورٹ میں ایک جج صاحب نے پوچھا کہ: کیا سرکار ﷺ کی حیات پاک کے بعد خلفائے راشدین کے دور میں کبھی ایسا ہوا کہ ازخود کسی کو مار دیا گیا ہو اور اس کا خون ہدر قرار دیا گیا ہو؟ میں نے انہیں بتایا کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے دوران یمن میں ایک گرجے کے قریب کھلے میدان میں بچے درختوں سے ٹہنیاں کاٹ کر بال کے ساتھ

یہ فیصلہ بعض شرعی تقاضے پورے نہیں کر رہا

کھیل رہے تھے۔ اچانک بال کو ہٹ لگی اور وہ اڑ کر ملحقہ گرجے میں پادری کو جا لگی۔ بچے دوڑتے ہوئے گئے اور ان سے درخواست کی کہ گیند ہمیں دے دیں۔ اس نے انکار کیا۔ بچوں نے کھیل کے جوش میں کہا کہ دیکھیے پادری صاحب، ہم تو مسلمان ہیں، ہمارے نبی پاک ﷺ کا واسطہ ہمیں گیند دے دیں۔ یہ سن کر اس پادری نے حضور ﷺ کی شان میں توہین کی۔ ناموس رسالتؐ کا دفاع مسلمان کے خون میں ہوتا ہے۔ جس کے خون میں نہیں ہے اسے اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے۔ بچوں نے بھی فوراً لکڑیوں کے ساتھ حملہ کیا اور پادری کو وہیں پر ہلاک کر دیا۔ یہ واقعہ فوراً رپورٹ ہوا۔ حضرت عمرؓ کے پاس عیسائی بھی پہنچے اور پادری کے وارث بھی۔ انہوں نے قصاص اور دیت کا مطالبہ کیا۔ آپؓ نے کہا کہ آج میں بچوں کی اس کارروائی پر اتنا خوش ہوں جتنا اسلام کی کسی فتح پر خوش نہیں ہوا۔ جاؤ تمہیں کوئی قصاص بھی نہیں دلایا جائے گا اور نہ دیت۔ تم اس کا حق نہیں رکھتے ہو۔ اس کا خون ہدر ہے۔

سوال: ممتاز قادری کا کیس plead کرتے وقت آپ کے جذبات کیا تھے؟ کن اہم نکات پر آپ بحث کر رہے تھے؟

میاں نذیر اختر: میری جذباتی کیفیت یہ تھی کہ مجھے بہت بڑا اعزاز ملا ہے کہ میں ایک عاشق رسول ﷺ کے دفاع میں بول رہا ہوں۔ میں نے کورٹ میں پوری conviction کے ساتھ بحث کی۔ میں نے کہا کہ یہ میرے لیے کسی موکل کا کوئی عام لفافہ نہیں جسے میں کچھ کتابوں کے ساتھ لے کر پیش ہو گیا ہوں۔ میں پورے یقین سے اور پورے ایمان سے جو اللہ نے مجھے نصیب کیا ہے، اس کے دفاع کے لیے آیا ہوں۔

سوال: آپ ویسے پریکٹس تو نہیں کرتے؟

میاں نذیر اختر: پریکٹس سپریم کورٹ میں کرتا ہوں اور بالعموم لوگوں کو فری ایڈوائس دیتا ہوں، ڈرافٹ کر دیتا ہوں۔ پیسہ کمانے کے لیے پریکٹس نہیں کرتا۔ لیکن اس کیس میں، میں نے اپنی تمام تر توانائیاں لگائی ہیں، اور یہ اللہ کی رضا کے لیے کیا ہے۔ تقریباً 10 گھنٹے پر محیط پوائنٹس تھے جو میں نے بحث کیے۔ ہر فوجداری کیس کی بنیاد ایف آئی آر ہوتی ہے۔ اس میں ابتدائی رپورٹ مقتول کے بیٹے نے لانچ کروائی۔ اور کہا کہ یہ میری تحریر ہے جبکہ جرح میں یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ کسی پولیس والے کی تحریر ہے۔ اب اگلا مرحلہ یہ تھا کہ جو ایف آئی آر پولیس لکھ لیتی ہے وہ شہادت کا حصہ نہیں کہلاتی۔ جب تک وہ بندہ اس کی تائید میں پورا بیان عدالت میں نہ دے۔ توجہ دلانے پر عدالت نے مانا کہ چونکہ تائیدی بیان حلف پر نہیں ہے اس لیے یہ ایف آئی آر تو ثابت نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ بنیاد ناک آؤٹ ہو گئی، اور چونکہ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اس نے تائیدی بیان میں کچھ نہیں کہا تو اب motive بھی ثابت نہ ہوا۔ مگر افسوس کہ فیصلے میں یہ لکھا گیا کہ motive بھی ثابت ہے۔ ممتاز قادری نے اپنے بیان میں بھی یہ تسلیم کیا کہ میں نے مارا ہے، لیکن یہ اعتراف جرم نہیں۔ اس نے کہا کہ میں نے مباح دم کو ختم کیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ شریعت کی روشنی میں اس کا خون بہا دینا جائز تھا۔ یہاں پر انہوں نے جو لکھ دیا ہے کہ motive ثابت ہے، اس کو ہم سپریم کورٹ میں چیلنج کریں گے۔ ایسی صورت میں اس خلا کو پُر کرنے کے لیے کہ آخر کیوں مارا گیا، ممتاز قادری کے بیان کو ماننا چاہیے کہ اس کا عمل مباح دم تھا۔ اس ضمن میں ہم نے ایک اہم حوالہ عدالت میں پیش کیا تھا۔ حضرت جعفر صادق نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ توہین رسالت کرنے والا بندہ سب سے پہلے جس مسلمان کے سامنے آئے؛ وہ اسے مار دے۔ حاکم کے پاس یا عدالت میں جائے یا نہ جائے، دوسری کوئی صورت ہی نہیں۔

سوال: یہ فیصلہ کون کرے گا کہ واقعتاً اس نے توہین کی؟

میاں نذیر اختر: پہلے اس پر غور کر لیجیے کہ اتنی بڑی ہستی نے اس میں یہ تخصیص نہیں رکھی کہ جو نہی کسی کے سامنے آتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ اس کو ختم کر دے۔ دھرتی پر اس کا زندہ رہنا اب جائز نہیں۔ ہاں اس سے پہلے اگر ریاست کے ادارے اس کو پکڑ لیں اور کارروائی کریں تو وہ اپنی جگہ بجا ہے لیکن اگر ایسی کارروائی نہیں کی گئی تو پھر ہر مسلمان کے لیے یہ جائز ہے۔ میں نے عدالت میں یہ نکتہ اُٹھایا تھا کہ ناموس رسالتؐ کے حوالے سے عام قوانین suspend ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ میری اس بات پر دھیان نہیں دیا گیا اور نہ اس کو لکھا گیا نہ ڈسکس کیا گیا۔

سوال: یعنی یہ ایکٹ above the Law ہے؟

میاں نذیر اختر: above دی کورٹ ہے۔ ماورائے عدالت ہے، ماورائے قانون نہیں۔ قانون سے ہماری مراد اسلامی قانون ہے، اس کو پیش نظر رکھ کر یہ باتیں ہم نے کی ہیں۔ حرم پاک میں خون بہانا ممنوع ہے۔ ناموس رسالتؐ کی نسبت سے نبی کریم ﷺ کا حکم ہے کہ عبداللہ بن خطل کو اگر کعبہ کے پردوں میں لپٹا ہوا پاؤ تو وہیں پر حرم کے اندر اس کو ہلاک کر دو۔ فتح مکہ کے موقع پر ایسا ہوا۔ عبداللہ بن خطل نے سوچا کہ مجھے آج کہیں پناہ نہیں ملے گی، لہٰذا وہ بیت اللہ شریف چلا گیا۔ وہاں اس کی نشان دہی ہوئی تو اس کو پکڑ کر مقام ابراہیم پر لا کر اس کی گردن اُڑا دی گئی تھی۔ اسی طریقے سے عدالتوں اور قاضیوں کے لیے آنحضور ﷺ کے بہت سے فرامین ہیں کہ کسی کو سن کر فیصلہ کیا کرو لیکن ناموس رسالتؐ کے حوالے سے آپؐ نے امت کو تلقین کیا کہ شاتم چاہے مسلمان ہیں یا غیر مسلم، ان کو سماعت کیے بغیر بھی قتل کیا جا سکتا ہے۔

عدالت نے مجھ سے یہ پوچھا کہ قانون کو خود ہاتھ میں لے کے یوں مار دینا کہاں تک جائز ہے! میں نے کہا دستور کی بنیادی حقوق سے متعلق دفعات کے تحت ممتاز قادری کو بھی اس کا تحفظ حاصل ہے۔ پاکستان پینل کوڈ کے Chapter 16 کی دفعہ 338 (ایف) میں لکھا ہوا ہے کہ تمام فیصلہ طلب معاملات میں قوانین کو apply یا

عدالت میں 10 گھنٹے پر محیط پوائنٹس پر بحث کی گئی

interpret کرتے ہوئے

The Court shall be guided by the injunctions of Islam as laid down in the Holy Quran and the Sunnah of the Holy Prophet (PBUH)

لیکن انہوں نے اپنے طریقے سے ان باتوں کو سائیڈ ٹریک کر دیا۔ ایک اور بات پر مجھے کچھ حیرت ہوئی کہ عدالت نے اس فیصلے میں یہ لکھ دیا ہے کہ یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ سلمان تاثیر نے بلیک لاء کہا ہے، حالانکہ اس پر عدالت میں بحث ہوئی تھی اور یہ بات ہم نے ثابت کی۔

سوال: اس کے بیانات آن ریکارڈ ہیں۔ اس کی ویڈیوز موجود ہیں۔

میاں نذیر اختر: وہ چیزیں اصل میں مقدمے کے ریکارڈ پر نہیں ہیں۔

سوال: آپ نے عدالت سے یہ درخواست نہیں کی کہ اس کو مقدمے کے ریکارڈ پہ لایا جائے؟

میاں نذیر اختر: وہ اس لیے ممکن نہیں ہوا کہ ہم ایڈیشنل evidence کی درخواست دے کر کوشش کرنا چاہ رہے تھے لیکن ویڈیو بنانے والے لوگ ٹریس نہیں ہوئے۔

سوال: اخبارات، ٹی وی چینلز کے پاس موجود ہے۔ اس کی پریس کانفرنس تمام ٹی وی چینلز نے کور کی تھی۔

میاں نذیر اختر: ہماری پہلی کوشش یہ تھی کہ جو اخبارات ریکارڈ پر ہیں، وہ خبر جس نے دی اور وہ آرٹیکل جس نے لکھا اس کو ہم طلب کرائیں، لیکن اس سے بالکل رابطہ نہیں ہوا۔

سوال: کورٹ نے طلب نہیں کیا یا وہ خود آنے کے لیے تیار نہیں تھے؟

میاں نذیر اختر: کورٹ تک وہ بات اس طرح گئی ہی نہیں تھی لیکن اس کا جواب ہم نے بہرحال دیا۔ جب یہ پوچھا گیا کہ اس کا evidence کیا ہے، تو میں نے واضح کیا کہ evidence چاہے استغاثہ کے بیانات میں آ جائے چاہے ڈیفنس میں آئے، جو پارٹ آف ریکارڈ بن گیا وہ evidence ہے۔ میں نے عدالت کی توجہ دلائی کہ تفتیشی افسر جو کہ بے حد اہم گواہ ہوتا ہے، اس نے اپنے بیان میں یہ تسلیم کیا ہے کہ ممتاز قادری نے مقتول کو اس لیے مارا کیونکہ اس نے توہین رسالت کی تھی اور توہین رسالت کے قانون کو بلیک لاء کہا تھا۔ یہ بڑی حیرت کی بات ہے۔ اس کے بعد استغاثہ کے پاس ایک ہی رستہ تھا کہ اس کو منحرف گواہ قرار دے دیتے، کیونکہ یہ بڑا اعتراف تھا جو بیان میں کیا گیا کہ گورنر نے توہین رسالت کی تھی جس پر اس نے اسے مار دیا۔ منحرف قرار دے کر استغاثہ اگر اس پر جرح کرتا تو اس کے بیان کی اہمیت اور وزن کم ہو جاتا۔ ایسا نہیں ہوا۔ پھر ہم نے انہیں توجہ دلائی کہ اس کیس میں پراسیکیوشن کا پیش کردہ motive ثابت ہی نہیں ہوا تو جو بات ممتاز قادری کہہ رہا ہے اس کے ساتھ اس کو پڑھو کہ توہین رسالت کرنے پر میں نے مارا۔ تائید استغاثہ کا اپنا گواہ کر رہا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اگر 295-C کا پرچہ درج ہو کر یہ ثابت کرنا مطلوب ہوتا کہ اس نے بلیک لاء کہا ہے تو پھر پریس کے لوگوں کو طلب کرنا ضروری تھا۔ ہم نے وہ اخبارات پیش کر دیے۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ سپریم کورٹ کے اپنے بعض فیصلے ہیں کہ اگر ایک بات کسی شخص کی طرف سے اخبار میں چھپی ہو، منسوب بھی ہوتی ہو اور وہ مرتے دم تک اس کا انکار نہ کرے تو اس کو درست سمجھا جائے گا۔ ہم نے ان اخبارات پہ انحصار کیا۔ تو اب تینوں کی روشنی میں یہ ثابت ہے کہ اس نے توہین رسالت کی، کالا قانون کہا۔ یہی بات ان شاء اللہ ہم سپریم کورٹ میں بھی کھول کر بیان کریں گے۔ ایک اور بات بڑی اہم ہے کہ پورے مقدمے میں نیت کے حوالے سے کوئی بحث ہی نہیں ہوئی۔

سوال: یعنی اس کی قتل کرنے کی نیت تھی یا نہیں؟

میاں نذیر اختر: نہیں، کہنے والے کی نیت کیا تھی۔ اس پر کوئی بحث نہیں ہوئی، لیکن جج صاحبان نے سات یا آٹھ صفحے لکھے ہوئے ہیں کہ نیت ثابت کرنا ضروری ہے۔

سوال: یعنی گورنر نے جو بیان دیا اس کی نیت پر سرے سے کوئی بحث ہوئی ہی نہیں؟

میاں نذیر اختر: جی! نیت، قانون توہین رسالت کا حصہ نہیں ہے۔ 295-C میں نیت کا کوئی حوالہ نہیں۔ یہ مطلق ذمہ داری کا جرم ہے۔ Absolute liability۔ بات منہ سے نکلی، اب نیت اور اس کی intension کچھ بھی تھی وہاں پر relevant ہی نہیں ہے۔

سوال: جب قانون واضح ہے تو پھر انہوں نے کیسے ثابت کیا کہ اس کی یہ نیت تھی ہی نہیں؟

میاں نذیر اختر: انہوں نے عمومی طور پر لکھا ہے کہ نیت ثابت کیے بغیر کسی کو سزا نہیں دی جا سکتی۔ میں نے واضح کیا کہ 295-C میں نیت غیر متعلقہ ہے، خاص طور پر جہاں الفاظ صریح اور واضح ہوں۔

اگر 295-C کا اطلاق مکمل طور پر ہو چکا ہوتا تو یہ واقعہ کبھی نہ ہوتا

سوال: دور نبویؐ سے اس کی کوئی مثال دے سکتے ہیں؟

میاں نذیر اختر: سرکار ﷺ کے سامنے جتنے کیسز آئے تھے ان میں سب وشتم والے الفاظ بیان نہیں کیے گئے تھے، نہ ہی آپؐ نے پوچھا۔ اتنا ہی کافی ہے کہ ایک مسلمان کو یقین ہے کہ جو کہا گیا وہ توہین رسالت ہے، اور آپؐ نے خون ہدر قرار دیا۔ یہی آپ کا طریق تھا۔ قاضی عیاض نے اپنی کتاب ''الشفاء'' میں سب وشتم کے کئی الفاظ درج کیے ہیں۔ مثلاً کوئی اگر کہہ دے کہ (نعوذ باللہ) آپؐ کا لباس میلا ہوتا تھا تو یہ توہین ہے اور اس پر بھی قتل ہے۔ کوئی کہہ دے کہ حضور ﷺ کو کدو پسند تھے لیکن مجھے تو پسند نہیں تو یہ بھی توہین ہے اور اس پر بھی قتل کی سزا ہے۔ ہمارے محدثین اور مفسرین اس طرح کے الفاظ واضح کیے ہوئے ہیں۔

سوال: اس سزا پر کسی قسم کا عوامی ردعمل سامنے نہیں آیا۔ کیا عوام ممتاز قادری کو واقعتاً قصور وار سمجھتے ہیں یا ان کے دینی جذبات پر اوس پڑ گئی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اس فیصلے کا میڈیا نے بائیکاٹ کیا۔ آپ کہتے ہیں کہ ردعمل نہیں آیا، میں سمجھتا ہوں کہ یہ بذات خود ایک ردعمل ہے۔ پاکستان کے عوام سمجھتے ہیں کہ ممتاز قادری کو سزا دینا حکومت یا عدالت کے بس کی بات ہی نہیں۔ اس لیے ایک خاموشی کا معاملہ ہے۔ وہ توقع کرتے ہیں کہ اول تو سپریم کورٹ میں یہ ججمنٹ ریورس ہو گی، نہ ہوئی تو صدر کے پاس اختیار ہے کہ وہ سزائے موت کو عمر قید وغیرہ میں بدل سکتا ہے۔ مجھ سمیت تمام پاکستانیوں کو یقین ہے کہ یہ سزا execute نہیں ہو سکے گی۔ یہ خاموشی اس بات کا یقین ہے۔

سوال: عدالتیں اس کے خلاف فیصلے دے رہی ہیں، قوم مطمئن بیٹھی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اگر خدانخواستہ یہ معاملہ execution کی طرف گیا تو پھر آپ ردعمل دیکھیے گا۔ یہ خاموشی اس اعتماد کا اظہار ہے کہ ایک شاتم رسولؐ کے قتل کرنے والے کو سزائے موت دی ہی نہیں جا سکتی۔ مسلمانان پاکستان کا عملی طور پر اسلام سے وہ تعلق نہیں ہے جو ہونا چاہیے لیکن جذباتی حوالے سے یہ اسلام اور اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ بڑی مضبوطی کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ وہ یہ بات قبول کرنے کو تیار نہیں کہ کسی شاتم رسولؐ کو واصل جہنم کرنے والے مبارک شخص کو کوئی سزا دی جا سکتی ہے۔ اس اعتماد کی نشانی ہے کہ ابھی تک عوام کی طرف سے کوئی ردعمل نہیں آیا۔ یہ حکومت اور عدالتوں کی بدقسمتی ہو گی کہ وہ اس سزا کی execution کی طرف جائیں۔ پھر آپ دیکھیں گے کس طرح پُر جوش قسم کا ردعمل آتا ہے!

سوال: جسٹس صاحب! ممتاز قادری کی قید کو آج 4 سال، 2 ماہ اور 11 دن ہو گئے ہیں۔ عدالت اسے سزائے موت دے چکی ہے۔ اس وقت ممتاز قادری کا مورال کیسا ہے؟

میاں نذیر اختر: اس عظیم انسان، عاشق رسول ﷺ کا مورال ابتدا سے آج تک انتہائی بلند ہے۔ اس کی کیفیات شاندار ہیں۔ پہلے دن ہی اس نے ڈٹ کر یہ کہا تھا کہ میں نے ایک شاتم رسولؐ کو مارا ہے، تم مجھ پر فائر نہ کرنا۔ ایسا لگتا تھا یہ ان کا افسر ہے۔ روحانی طور پر ان پر رعب طاری ہوا اور کسی نے اس پر فائر نہیں کیا۔ اب جب فیصلہ آیا ہے تو اس نے عالم وجد میں آ کے جیل میں رقص کیا۔ خوشی کا اظہار کیا، سرکار ﷺ کی نعتیں پڑھیں اور پورے جیل میں مٹھائی تقسیم کی۔ ممتاز قادری ایک فرد کا نام نہیں، یہ ایک جذبہ اور تحریک ہے۔ یہ عشق رسول ﷺ کا سمندر ہے۔ امت مسلمہ 14 صدیوں سے اس کیفیت میں جی رہی ہے اور کبھی بھی اپنے نبی ﷺ کی عزت پر آنچ نہیں آنے دیتی۔ لوگوں نے جانیں قربان کی ہیں۔

[اس پروگرام کی ویڈیو www.tanzeem.org پر ''خلافت فورم'' کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔]

مسجد اقصیٰ کی زیارت کا سفر (2)

ڈاکٹر انعام کھوکھر، کولمبس اوہائیو، امریکہ

تقدس کے لحاظ سے خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کے بعد مسلمانوں کے لیے مسجد اقصیٰ تیسرے نمبر پر ہے۔ میری بھی دیرینہ خواہش تھی کہ میں مسجد اقصیٰ کی زیارت کروں اور میرے اس سفر کا مقصد علاوہ عمرہ کرنے کے یہی تھا۔ ناشتہ کرنے کے بعد ہم عمان سے ٹیکسی کے ذریعے اردن/اسرائیل کے بارڈر کی طرف روانہ ہوئے۔ تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد ہم بارڈر کے اُردنی مقام پر پہنچے جو کہ حسین Bridge کے نام سے معروف ہے۔ یہاں سے اُردن کا ایگزٹ ویزا لگوایا جس کی فیس دس اردنی تھی اور سات دینار بس کا کرایہ دیا جس نے ہمیں بارڈر کے اسرائیلی مقام پر پہنچانا تھا۔ یہ مقام اردنی مقام سے تقریباً 10 کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ وہاں پہنچ کر سب لوگ سکیورٹی کلیئرنس کے لیے کاؤنٹر کے سامنے قطاروں میں کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد اسرائیلی ویزا کاغذ کی ایک سلپ کی شکل میں مل گیا۔ یہ ویزا تین ماہ کے لیے تھا۔ اسرائیل میں ویزا کی فیس انٹری کے وقت نہیں لیتے بلکہ ایگزٹ کے وقت لیتے ہیں۔

ویزا لگوا کر ہم باہر نکلے اور ٹیکسی لے کر یروشلم کی طرف روانہ ہوئے۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد ہمیں یروشلم کے ”ٹیکسی اڈے“ پر اتار دیا گیا۔ ہم نے اپنی بکنگ ہاشمی ہوٹل میں کرائی ہوئی تھی جو کہ مسجد اقصیٰ کے گرد تنگ مگر پُر رونق بازاروں میں واقع تھا، اس لیے ہمیں ”ٹیکسی اڈے“ سے پیدل ہی جانا پڑا۔ یہ فاصلہ 10 منٹ میں طے ہوا۔ تقریباً ظہر کا وقت تھا اور بازاروں میں خوب گہما گہمی تھی۔ لوگ ریستورانوں میں گرما گرم مزیدار کھانے کھا رہے تھے۔ کہیں مختلف قسم کے تحائف کی خرید وفروخت ہو رہی تھی۔ ہمیں بھوک لگی ہوئی تھی اس لیے ہوٹل جاتے ہوئے ایک جگہ عربی سٹائل کھانا کھایا اور اس کے چند منٹ بعد ہم ہاشمی ہوٹل پہنچ گئے۔ چیک اِن کرنے کے بعد کمرے میں گئے اور کچھ آرام کرنے کے بعد نہائے اور فریش ہو گئے۔ لابی میں فری کافی اور چائے کا سیلف سروس انتظام تھا۔ اسرائیل میں اور خاص طور پر یروشلم میں ہوٹلوں کے کرائے عمان کے ہوٹلوں کے مقابلے میں کم از کم دوگنا ہیں لیکن یروشلم کے ہوٹل نسبتاً بہتر کوالٹی کے ہیں۔

ہاشمی ہوٹل کافی اونچی پہاڑی پر بنا ہوا ہے۔ اس کی آٹھ یا نو منزلیں ہیں اور سب سے اوپر کھلی چھت ہے جہاں آرام دہ کرسیاں تھیں۔ کافی پینے کے بعد ہم ہوٹل کی چھت پر گئے تا کہ مسجد کا نظارہ کریں۔ چھت سے پورے شہر کے علاوہ مسجد اقصیٰ کا روح پرور منظر نظر آتا ہے اور مسجد کا سنہری گنبد (Dome of the Rock) اپنی خوبصورت اور پُر وقار شان نمایاں طور پر پیش کرتا ہے۔ پہلی دو تصاویر یعنی نمبر 1 اور نمبر 2 اسی شان کی عکاسی کرتی ہیں۔ چند منٹ چھت سے نظارہ کرنے کے بعد ہم نیچے اترے اور بازاروں سے ہوتے ہوئے مسجد کے صحن میں پہنچ گئے۔ ہاشمی ہوٹل سے مسجد تک کا راستہ کوئی پندرہ منٹ کا ہے۔ ہر بازار جو مسجد اقصیٰ تک جاتا ہے اس کے اختتام پر مسجد داخل ہونے سے پہلے دو

عدد اسرائیلی سپاہی کھڑے ہوتے ہیں جو ہر آنے جانے والے پر نگاہ رکھتے اور اگر کسی پر کسی قسم کا سکیورٹی کے حوالے سے شک پڑے تو اس سے پوچھ گچھ بھی کرتے ہیں۔ ان دونوں سپاہیوں کے ہاتھوں میں رائفل بھی ہوتی ہے۔ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے کافی سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں اور پھر بڑے بڑے ستونوں کے بیچ میں سے گزر کر مسجد کے صحن میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ ستونوں والے داخلے ہر بازار کے سامنے بنائے گئے ہیں۔ تصویر نمبر 3 میں ایسا ہی ایک ستونوں والا داخلہ دکھایا گیا ہے۔ مسجد اقصیٰ شہر سے اونچی اور کافی وسیع پہاڑی پر بنائی گئی ہے جس کا تاریخی نام Temple Mount ہے۔ کہتے ہیں کہ

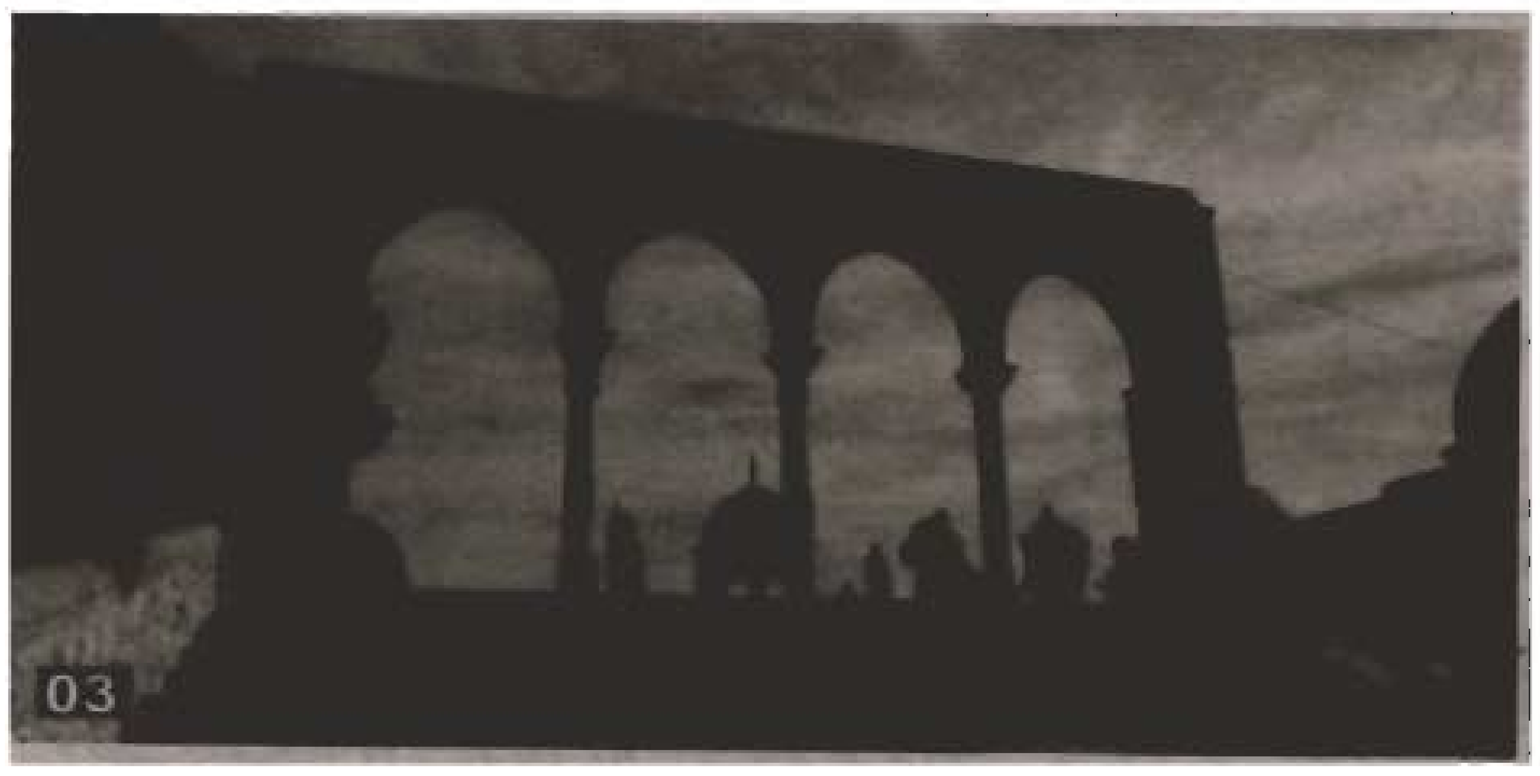

اس پہاڑی پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات سے بڑے بڑے پتھروں والی ایک عبادت گاہ بنوائی تھی۔ بعد میں مسلمانوں کی فتوحات کا دور آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں پر مصلیٰ یعنی نماز پڑھنے کی جگہ بنوا دی تا کہ مسلمانوں کو یہ یاد رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے معراج پر تشریف لے گئے۔ کسی زمانے میں بیت المقدس ہمارا بھی قبلہ تھا جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانے میں تبدیل کر کے خانہ کعبہ کو بنا دیا گیا۔ لیکن یہودیوں کا قبلہ اب بھی بیت المقدس ہے اور وہ اسی طرف منہ کر کے عبادت کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جہاں مصلّٰی بنوایا تھا، بعد میں آنے والے مسلمان حکمران اس کو وسیع کرتے رہے اور نماز پڑھنے کا ہال بنوا دیا۔ آج کل یہ مسجد قدیم کے نام سے مسجد

اقصیٰ جس کا سیاہ گنبد ہے اس کے بائیں جانب ہے اور کافی نیچے لیول پر ہے اور سیڑھیوں کے ذریعے لوگ نیچے جاتے ہیں۔ اس کے داخلے پر مسجد قدیم کی تختی لگی ہوئی ہے، جیسا کہ تصویر نمبر 4 میں نظر آتا ہے۔ اس مسجد قدیم کی تاریخ بیت المقدس پر کسی بھی اچھی کتاب یا گوگل پر دیکھی جا سکتی ہے۔ بہر حال، پہلے دن ہم مغرب اور عشاء کی نماز پڑھ کر

ہاشمی ہوٹل لوٹے۔ اگلا دن جمعہ کا تھا اور ہم مسجد اقصیٰ میں جلدی پہنچنا چاہتے تھے تاکہ جمعہ کی نماز میں مسجد میں اچھی جگہ مل سکے۔ فجر کی نماز ہم نے ہوٹل میں ادا کی اور کچھ دیر آرام کرنے کے بعد ہوٹل ہی کے ریستوران میں ناشتہ کے لیے گئے۔ یہ ریستوران ہوٹل کے بیسمنٹ میں بنایا ہوا ہے۔ اس کی دیواریں بہت بڑے بڑے پتھروں سے بنوائی گئی ہیں۔ ہوٹل والوں کا کہنا تھا کہ یہ ریستوران ایک ہزار سال سے زیادہ پرانا ہے۔ ناشتہ بڑا پر تکلف تھا اور ہم نے خوب مزے سے کھایا۔ اس کے بعد ہم مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ جمعہ کے روز کثیر تعداد میں فلسطینی گردونواح سے نماز کی ادائیگی کے لیے یہاں پہنچ جاتے ہیں۔ ہمارے پہنچنے تک ابھی زیادہ لوگ نہیں آئے تھے، اس لیے ہمیں مسجد کا صحن اور گردونواح دیکھنے کا موقع مل گیا۔ مسجد اقصیٰ تین حصوں یا مسجدوں پر مشتمل ہے:

نمبر 1: قدیم مسجد جس کی ابتدا حضرت عمرؓ نے کی اور بعد کے حکمران اس کی توسیع کرتے رہے۔

نمبر 2: سیاہ گنبد والی مسجد کے بارے میں مؤرخ لکھتے ہیں کہ یہ درحقیقت قدیم مسجد کی توسیع ہے اور اسی کے ساتھ ملحق ہے۔ یہ خلیفہ عبدالملک نے 750ء کے لگ بھگ بنوائی تھی۔ یہ مسجد چند سالوں کے بعد زلزلہ کی وجہ سے مسمار ہوگئی۔ 754ء میں اسے عباسی خلیفہ المنصور نے دوبارہ تعمیر کروایا۔ 1033ء میں ایک اور زلزلہ نے مسجد کو مسمار کر دیا، جس کی از سر نو تعمیر خلیفہ الظاہر نے کروائی اور وہی مسجد مزید تزئین و مرمت کے ساتھ آج کھڑی ہے۔ اسی مسجد کے اندر محراب اور منبر ہے (تصویر نمبر 5) جہاں پر کھڑے ہو کر امام

نماز پڑھاتا ہے۔ مسجد کا داخلی دروازہ تصویر نمبر 6 میں دکھایا گیا ہے۔

نمبر 3: سنہری گنبد والی مسجد۔ اس مسجد کو بھی خلیفہ عبدالملک کے حکم سے 691-689ء میں تعمیر کیا گیا۔ 1099ء میں عیسائی کروسیڈرز نے حملہ کر کے مسجد اقصیٰ پر قبضہ کر لیا اور اس کو بطور چرچ بھی استعمال کرتے رہے۔ 1187ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے حملہ کر کے عیسائی حکمرانوں کو شکست دی اور اُن کے قبضہ سے مسجد اقصیٰ کو آزاد کروایا۔ تب سے

مسجد اقصیٰ پر مسلمانوں ہی کا قبضہ ہے۔

مسجد براق: مندرجہ بالا تین مسجدوں کے علاوہ احاطہ کے مغربی حصہ میں ایک اور مسجد بھی ہے جس کا نام مسجد براق ہے (تصویر نمبر 7)۔ جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے بعد ہمیں اس مسجد کے اندرونی حصے کو دیکھنے کا موقع ملا۔ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ جب جبرائیل علیہ السلام کے

ساتھ براق پر بیٹھ کر مسجد اقصیٰ تشریف لائے تو براق اس مسجد والی جگہ پر باندھ دیا اور دو نفل نماز ادا کی۔ اندازے کے مطابق جس جگہ براق کو باندھا گیا وہاں پر دیوار میں لوہے کا بہت بڑا کنڈا نشانی کے طور پر نصب کر دیا گیا ہے جس کو پکڑ کر لوگ آج کل تصویریں اترواتے ہیں (تصویر نمبر 8) اور دو نفل نماز ادا کرتے ہیں۔ ہم نے بھی وہاں دو نفل نماز

ادا کی اور پھر مسجد اقصیٰ کے صحن میں آ گئے۔ یہاں ایک بڑا سا چبوترا بنا ہوا ہے جس پر لوگ نماز کے بعد بیٹھ کر گپ شپ لگاتے ہیں (تصویر نمبر 9)۔ صحن کے بیچ میں ایک

خوبصورت فوارہ سنگ مرمر کی بنی ہوئی گول دیوار کے اندر لگا ہوا ہے جہاں سے لوگ

وضو کرتے ہیں (تصویر نمبر10)۔

آیئے اب Dome of the Rock مسجد کے بارے کچھ مزید بات کرتے ہیں۔ مسجد کی بیرونی دیواروں پر رنگین پتھروں سے انتہائی خوبصورت ڈیزائن بنائے گئے ہیں (تصویر نمبر11) اور دیواروں کے بالائی حصوں کو قران کی خطاطی کے ساتھ مزین کیا

گیا ہے۔ مسجد کے قریب ہی ایک چھوٹی سی بارہ دری نما بلڈنگ رنگین پتھروں سے مزین کر کے بنا دی گئی جیسا کہ تصویر نمبر12,13 میں دکھایا گیا ہے اور اس میں سفید رنگ کا

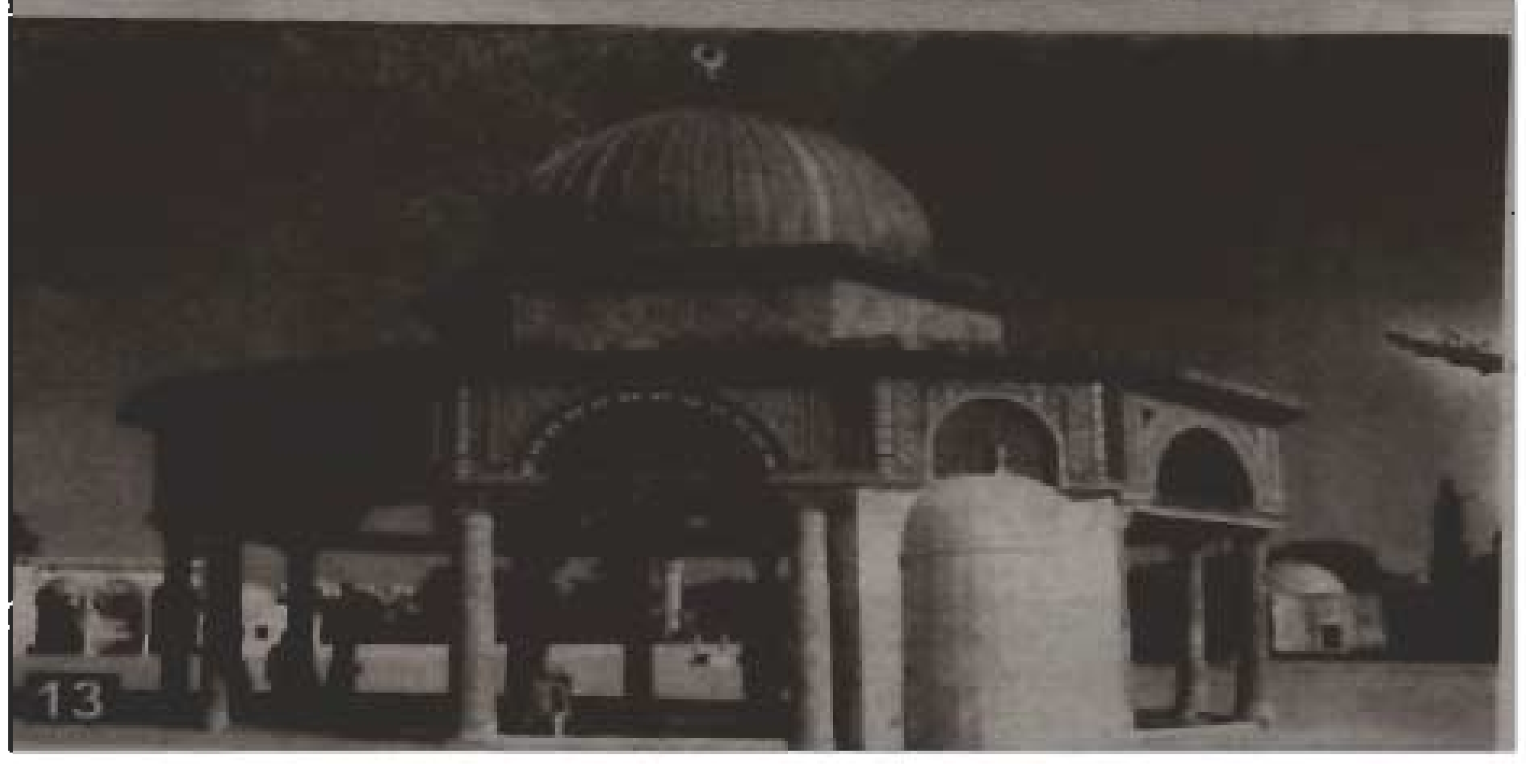

ایک محراب بھی نظر آتا ہے۔ اس کی چھت کے نیچے کچھ پلاسٹک کی کرسیاں رکھ دی گئی ہیں جن پر کمزور اور تھکے ہوئے لوگ بیٹھ کر خوشگوار ہوا کے جھونکوں سے محظوظ ہوتے ہیں۔ مسجد کا اندرونی حصہ بھی انتہائی خوبصورت ستونوں اور دیواروں سے بنایا گیا ہے (تصویر نمبر14)۔ گنبد کا اندرونی حصہ بھی خوبصورتی کی ایک نرالی شان کا مظاہرہ کرتا ہے (تصویر نمبر15)۔ مسجد قدیم کے اندر جب داخل ہوتے ہیں تو یہ سیڑھیاں اتر کر ایک لمبے ہال کی شکل میں نظر آتی ہے (تصویر نمبر16)۔ آگے چل کر اس ہال کی دائیں جانب ایک کھلا دروازہ ہے جس میں سے گزر کر ملحقہ دوسرے ہال میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ ہال دونوں طرف سے بند ہے اور اندر آنے یا باہر نکلنے کا اس کا کوئی اپنا راستہ نہیں۔ ان دونوں ہالوں کے اندر لوگ صرف جمعہ کی نماز کے لیے آتے ہیں۔ سیاہ گنبد

والی مسجد جس کے اندر امام کا محراب اور منبر ہے، اس کے نچلے حصے میں ایک لائبریری ہے (تصویر نمبر17) جس میں کتابوں کے علاوہ کئی لیپ ٹاپ بھی استعمال کے لیے رکھے ہوئے ہیں۔ اس مسجد کی پوری بلڈنگ کو تصویر نمبر18 میں دکھایا گیا ہے۔ تصویر نمبر19 میں مسجد براق کی وہ جگہ ہے جہاں سے حضور پاک ﷺ معراج کے لیے آسمان پر گئے۔ یروشلم کی یہودی اور عیسائی عبادت گاہوں کا ذکر اگلی قسط میں کیا جائے گا۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆

بقیہ: اداریہ

جس کی لپیٹ میں پاکستان کو لاکر اس کی ایٹمی صلاحیت پر فیصلہ کن ضرب لگانے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

انسانی سطح پر اور زمینی حقائق کا ادراک کرتے ہوئے حالات موجودہ میں امت مسلمہ کا اس خوفناک وار سے بچ نکلنا ممکن نظر نہیں آ رہا۔ امت مسلمہ کے لیے واحد راستہ یہ ہے کہ اُس عروۃ الوثقیٰ کو تھام لے جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔ اُس ہستی کا دامن تھام لے جو علیٰ کل شی قدیر ہے، جسے کسی کام کے کرنے کے لیے صرف کُن کہنے کی ضرورت ہے اور وہ کام ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو نمرود اور فرعون کی بے پایاں قوت کو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے سامنے بے بس اور مفلوج کر کے رکھ دیتا ہے، اُس ذات کو راضی کرنا ہوگا۔ ہماری بداعمالی اور بدکرداری کی وجہ سے ہمارا رب ہم سے ناراض ہے اور اُسے راضی کرنے کا صرف اور صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم اُس کے پاک کلام سے رہنمائی حاصل کریں۔ اور جس عظیم اور بے مثل ہستی کو رب کائنات نے قریباً پندرہ سو سال پہلے اپنا نمائندہ بنا کر دنیا میں بھیجا تھا، اُس کے فرمودات پر دل و جان سے عمل کریں۔ چونکہ آپؐ کی رسالت تا قیامت ہے لہٰذا آپؐ کے احکامات کی تعمیل اور پیروی بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ یاد رکھیے! ظاہری طور پر جو کچھ نظر آ رہا ہے اُس کے مطابق اس وقت یہ خبر زیادہ قابل یقین ہے کہ جنگل میں بھیڑ کے کمزور بچے نے شیر کو چیر پھاڑ دیا نسبتاً اس خبر کے کہ امت مسلمہ نے عالم کفر کو شکست دے دی ہے۔ لہٰذا خواہی نخواہی ہمارے پاس کوئی دوسرا آپشن سرے سے موجود ہی نہیں سوائے اِس کے کہ ہم اُس العروۃ الوثقیٰ کو تھام لیں جس کو توڑ دینا کسی دنیوی قوت کے لیے نہ کبھی ممکن تھا نہ کبھی ہوگا۔ دنیا میں قائم اور محفوظ رہنے کا اور آخرت میں کامیاب و کامران ہونے کا یہی واحد طریقہ ہے۔ اللہ رب العزت اپنے پاک کلام میں مسلمانوں کو اس کی گارنٹی دیتا ہے۔ ''اور (دیکھو) نہ تو ہمت ہارنا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا، اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔'' (آل عمران: 139)۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو ایمانِ حقیقی سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین!

☆☆☆☆☆

کُلیۃ القرآن لاہور

بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

191-اے، اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

رجسٹرڈ و الحاق شدہ: وفاق المدارس العربیہ پاکستان۔ کوڈ 09565

درس نظامی کے ساتھ ساتھ میٹرک، ایف اے، بی اے اور ایم اے کے خواہش مند طلبہ کے لیے درجہ اولیٰ و جماعت نہم میں

داخلے شروع

خصوصیات

- ذہین اور مستحق طلبہ کے لیے وظائف
- قیام و طعام کی سہولت
- وفاق المدارس العربیہ اور لاہور بورڈ / پنجاب یونیورسٹی کا نصاب

اہلیت

- آٹھویں جماعت پاس
- عمر 13 تا 15 سال
- حفاظ کے لیے عمر میں ایک سال کی رعایت
- صرف پاکستان کے شہری

شیڈول برائے داخلہ

پراسپکٹس اور داخلہ فارم	10 مارچ 2015ء سے دستیاب
داخلہ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ	10 اپریل 2015ء
پہلا ٹیسٹ	4 اپریل صبح 9 بجے
دوسرا ٹیسٹ	11 اپریل صبح 9 بجے
کلاسز کا آغاز	16 اپریل 2015ء

المعلن: پرنسپل کلیۃ القرآن، اتاترک بلاک، نیو گارڈن، لاہور

رابطہ: 042-35833637 0301-4882395

رفقاء متوجہ ہوں

رفقاء کے تحریری سوالات اور

امیر تنظیم اسلامی **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ

کے جوابات پر مشتمل **ماہانہ پروگرام**

تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر

امیر سے ملاقات

کے عنوان سے دیکھا جا سکتا ہے

☆ رفقاء تنظیم پروگرام کے لیے سوالات اپنے نام اور مقامی تنظیم و حلقہ کے حوالہ کے ساتھ ہر ماہ کی **20 تاریخ** تک درج ذیل ذرائع سے بھجوا سکتے ہیں۔

(i) بذریعہ ای میل: media@tanzeem.org پر۔ (ii) بذریعہ خط: K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور کے پتے پر۔

(iii) بذریعہ SMS موبائل نمبر 0312-4024677 پر۔

خالصتاً فقہی نوعیت کے سوالات کے جوابات نہیں دیئے جائیں گے

المعلن: مرزا ایوب بیگ (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور

042-35869501-3/042-35856304

weekly Nida-e-Khilafat Lahore

We simply can't afford it!

By M. Faheem

Simple is this that we cannot afford to engage ourselves in another war because we are already confronting colossal damages in a multidimensional war against terrorism at home since the beginning of this century.

The news that the Prime Minister has promised the Saudi Kingdom to join its military alliance against the Yemen's Houthi Rebels was heard by majority of Pakistani citizens with grave concern. The issue is so serious that it has become the subject of heated discussion in no time among the general public, leave alone the politicians and the parliamentarians. Almost all the political figures belonging to various political parties and most of the parliamentarians have opposed the idea of sending troops to join the Saudi alliance against the rebel forces in the area of united Yemen, what once used to be South Yemen. The statement of the Leader of opposition and other parties were very balanced and their suggestions to help the friendly country through diplomatic and other channels were far better an alternative to the military option. The Chairman of PTI was the most critical to the idea and he has opposed it in very unequivocal terms.

Comments of various analysts and strategists in the electronic media were also not supporting the idea of sending troops to help the Saudi government in their adventure to keep a family monarchy intact.

The matter is of paramount importance and is directly related to the solidarity of our country. Sensing its gravity, the Defense Minister had to give a statement that the government will have to take the Parliament in confidence before any step of the sort. In the past such a pressure had also come on the Ex-dictator Musharraf to send forces to Iraq to help American aggression against the government in Iraq. Musharraf though very much willing to it could not do it due to the very resistance of the common people beside some of the political parties. The country is already suffering from sectarian monster and we have been repeatedly experiencing terrorist assaults on the worship places, mosques and Imambargahs. Iran and Iraq both the countries are against Saudi Arabia's armed intervention in South Yemen as the target Houthis are mostly Shias by creed. Unfortunately the forces of evil have very cunningly created a scuffle between the Shia and the Sunni Muslims in the Middle East and they are now fighting each other to the benefit of those powers which conspire to divide the Muslim Umma on the basis of sect and creed. This is part of the great game and the Muslims monarchs and dictators are falling easy prey to it.

The secret hand at work was able to create the so-called Islamic state called DAESH which has occupied extensive pieces of land both from Iraq and Syria. Alas, from both sides it is the Muslims who are dying with colossal material losses.

We are sure the Saudi Government is in a good position to tackle its problem and it should not need Pakistani military help. The Kingdom also knows our problem and as good friends they will always wish not to involve us in matters that will hurt our national solidarity. The sectarian problems already afflicting us will seriously intensify in case we intervene militarily. There are good options for the Kingdom and she is resourceful enough to mobilize various channels to settle the issue amicably to the advantage of both the sides. The OIC, GCC and the Arab League are the proper forums which can intervene and offer alternatives to the armed confrontation. We are engaged on various fronts to check the menace of terrorism and any venture outside the country will be an unbearable burden for our armed forces besides the repercussions the nation will face from the resultant sectarian upheaval.

The Karachi situation is new addition to our already existing problems. Therefore, any step in a wrong direction will make things worse for our national solidarity. As such we have to streamline our policies keeping on priority our national interests and internal security in view of the already prevailing sectarianism. Sending troops abroad is such a delicate issue that even the sanction of parliament will not be a sufficient justification for it. If at all the government of the time is bent upon to do so then at least it should be done on the consensus of the general masses for which a national referendum should be the minimum requirement at least.